چراغ تلے اندھیرا

ہندو منصف کا مسلمانہ فیصلہ

مقدمہ نمبر ۵۶۵ سنہ ۱۹۳۶ء جونپور

منصف

پنڈت ٹھاکر پرشاد

پیشکش

عبدالکریم مشتاق

Presented by www.ziaraat.com

45

ہندو منصف کا مسلمانہ فیصلہ

(مقدمہ 56 سنہ ۱۹۳۶ء جونپور)

چراغ تلے اندھیرا

منصف

پنڈت ٹھاکر پرشاد (ایم اے، ایل ایل بی)

پیشکش

عبدالکریم مشتاق

حیدرآباد ولطیف آباد یونٹ نمبر ۸

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
سید المرسلین وآلہ الطیبین والطاہرین = امابعد ؛
پنڈت ٹھاکر پرشاد منصف جونپور (بھارت) نے
۲۰/ جولائی ۱۹۳۸ء کو مقدمہ 565 سال ۱۹۳۶ء کا فیصلہ
دیا۔ یہ کتاب اسی فیصلہ سے ماخوذ ہے اور ارباب انصاف کو
دعوت غور و فکر دیتی ہے۔ منصف مزاج، غیر جانبدار اور
انصاف پسند قارئین اس کے مطالعہ سے اپنی تحقیقات میں غیر معمولی
اضافہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم نے صحافتی دیانتداری اور ادبی
تقاضوں کے پیش نظر اس کے اصلی مفاہیم و مطالب میں کمی و
بیشی کرنے سے اجتناب کیا ہے لہذا اگر کسی مقام پر کسی
قاری کو ناگواری محسوس ہو تو ایک غیر مسلم کی عبارت خیال
کرتے ہوئے درگذر سے کام لے۔ بے شک رواداری مسلما
کا شیوہ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حالات حا
یہ کاوش مفید ثابت ہوگی۔

مدعیان :- (۱) سید علی محمد (۲) سید شبیر حسین (۳) شاہ علی حمد (۴) شاہ محمد تقی (۵) جواد حسین خاں (۶) شیخ عبد المجید

بنام

مدعا علیہان :- (۱) ایس شیخ علی حسین (۲) خانصاحب عبد الحمید (۳) ایم عبد المتین (۴) ایم قیام الدین (۵) شیخ عبد الرب (۶) سید حامد حسین (۷) شیخ شمس الدین احمد (۸) شیخ عبد الحمید (۹) بقر عید و (۱۰) حیدر حسین (۱۱) محمد صدیق خاں (۱۲) ایم عبد الوحید خاں (۱۳) حکیم ایس (۱۴) رحیم داد خاں (۱۵) شیخ ولی محمد

فیصلہ

یہ ایک رسوا کن تنازعہ ہے کہ جس پر غور و خوض کر کے ہمیں ان اسباب و حالات کو تلاش کرنا ہے جو مئو ناتھ بھنجن آبادی کے دو بڑے گروہوں شیعہ و سنی کے درمیان فرقہ وارانہ کشیدگی اور نقص امن کا باعث بنے ہیں۔ جن کے نتیجے میں شہری امن و امان کو شدید دھچکا لگا ہے۔

"مدعیان" اس مقدمہ میں مسلمانوں کے شیعہ فرقے کی نمائندگی کرتے ہیں اور "مدعا علیہان" سنی فرقہ اسلام کے ترجمان ہیں مدعی فریق کا دعویٰ ہے کہ وہ جونپور کے باشندے ہیں اور شیعہ مذہب کے پیرو کار، خصوصاً اہلبیت پیغمبر کے انتہائی عقیدت مند اور

Presented by www.ziaraat.com

ان کی عبادت و تکریم کرنے والے ہیں یعنی رسولِ اسلامؐ کے گھر والوں (اہلبیتؑ) کو مانتے ہیں اور خاص طور پر حضرت علیؑ اور اُن کے دونوں فرزندوں حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ ان کے نظریہ کی اساس یہ ہے کہ حضرت حسینؑ کا خلافتِ اسلامیہ کے لئے بجا دعویٰ بنی اُمیہ نے یزید کی خاطر ظلم و ناانصافی کر کے مسترد کیا اور کربلا کی لڑائی میں غیر منصفانہ طریقہ سے انتہائی بربریت کے ساتھ ان کو قتل کر کے ایسی بدترین مثال قائم کی جس کی نظیر مسلمانوں کی تاریخ میں دستیاب نہیں ہوتی۔ چنانچہ مدعیان حسینؑ کی اس مظلومانہ شہادت کی یاد دُنیا کے ہر گوشے میں جہاں کہیں انکی تھوڑی یا زیادہ آبادی موجود ہے صدیوں سے مناتے آرہے ہیں یہ لوگ عرصہ دراز سے جے پور میں بھی اسی طریقہ پر عامل چلے آئے ہیں۔ اس معاملہ خاص کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر سال (قمری) کے صفر کی ۱۹ تاریخ کو یہ لوگ "امام باڑہ اسلام" سے اپنا ایک جلوس برآمد کرتے ہیں جو کہ شاہراہ جون پور سے ہوتا ہوا ایک عام گزرگاہ جسے "قاضی کی گلی" کہا جاتا ہے سے گزرتا ہوا "امام باڑہ صدر" پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ شیعہ لوگ اپنی قدیم (مذہبی) رسم کے مطابق تعزیہ کا جلوس لئے روتے پیٹتے نوحہ خوانی و ماتم کرتے، طبل و تاشہ بجاتے ہوئے مقررہ راستہ طے کرتے ہیں اور امام حسینؑ کے اتلاف زندگی کے عظیم انسانی نقصان کا تذکرہ کرتے ہوئے اُن کے قاتلوں (کے ظلم) اور امام کی شہادت کا بیان کرتے ہوئے آپ کے قاتلین کی مذمت کرتے ہیں اور خاص طور پر عمر ابن سعد[۱]، حرملہ[۲]، شیطان[۳]، یزید[۴]، شیث[۵]، شمر[۶] اور خولی

پر لعن طعن کرتے ہیں۔

جب کہ عمومی طور پر سُنّی شیعوں کے اس مذہبی شعار سے اختلاف کرتے ہیں اور اُن کے اس قانونی حق کی بجا آوری سے مخالفت رکھتے ہیں لہٰذا مدعیان کی درخواست ہے کہ اُن کو اس قانونی حق کی بجا آوری میں قانونی تحفظ مہیا کیا جائے کہ وہ اپنا یہ شہری حق حسب دستور اپنا مذہبی جلوس بمطابق رسم و رواج طبل و تاشہ کی آواز، نوحہ خوانی، ماتم برائے امام حسینؑ اور امام کے مذکور بالا سات قاتلوں پر لعنت کرنے کے ساتھ جاری رکھ سکیں۔ اور اپنے جلوس کو جون پور کی بڑی سڑک اور قاضی کی گلی کے راستوں پر سے آزادانہ طریقہ پر نکال سکیں اور اس کے لئے (حفاظتی) انتظام کیا جائے۔

شیعہ حقوق سے انکار کی بُنیادیں

اس کے برعکس مدعا علیہان یعنی سُنّی لوگ مدعیان یعنی شیعوں کے ان قانونی حقوق کا جو کہ انھوں نے اپنے مقدمہ میں بیان کئے ہیں مندرجہ ذیل بنیادوں پر انکار کرتے ہیں۔

۱۔ شیعہ اپنے جلوس میں خفیہ طور پر اُن کے پہلے تین خلیفوں یعنی خلفاء ثلاثہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں جو کہ غیر قانونی بات ہے اس لئے مقامی انتظامیہ کو چاہیئے کہ ان کے بیان کردہ حقوق کو منجمد کرے۔ سُنّی کہتے ہیں کہ شیعوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ اپنے جلوسوں میں امام حسین کے قاتلوں پر لعنت کرتے ہیں جبکہ

Presented by www.ziaraat.com

حقیقت یہ ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے خلفاء ثلاثہ پر لعنت کرتے ہیں۔

۲۔ جہاں تک ان سات اشخاص پر لعنت کرنے کا سوال ہے ہمارے نزدیک وہ بھی اچھی بات نہیں ہے کیونکہ ان ساتوں میں عمر بن سعد ہے جو پیغمبرؐ کا رشتہ دار ہے اور شمر حضرت علیؑ کا سالا تھا جبکہ باقی تمام کے تمام بہرطور مسلمان ہیں لہٰذا کسی کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا ایک گناہ ہے جس کی قانونی طور پر اجازت نہیں ہونا چاہیئے۔

کسی پر لعنت کرنا جسے کہ اصطلاح میں تبرا کہا جاتا ہے ٹھیک بات نہیں۔ مدعیان یہ عمل اپنے جلوسوں میں طبل و تاشہ کے شور و غل میں کرتے ہیں تاکہ ان کی آواز اس غل میں دب جائے لہٰذا یہ تبرا دوسروں کو سنائی نہیں دیتا۔ شیعوں کی ایسی تبرہ بازی غیر قانونی ہے پس مقامی انتظامیہ کو چاہیئے کہ وہ شیعوں کے جلوسوں پر پابندی عائد کر دے۔

۳۔ مدعا علیہان نے مدعیان کے مذکورہ حقوق کے مطالبہ کے مقابلے میں کوئی آئینی مداخلت کا جواز پیش نہیں کیا۔ نہ ہی انھوں نے اس سلسلہ میں مقامی انتظامیہ کی طرف رجوع کیا ہے کہ شیعوں کے خلاف اس بارے میں کوئی قانونی چارہ جوئی کی جائے لہٰذا ان کا یہ موقف غیر موثر قرار پاتا ہے۔

۴۔ فریق ثانی نے مزید کہا کہ جون پور میں مسلمانوں کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو شیعوں کے بیان کردہ سات قاتلانِ حسین کو اپنا پیشوا مانتا ہے لہٰذا ان پر لعنت

Presented by www.ziaraat.com

کرنے سے ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں جس کے ردعمل میں خلل امن و امان واقع ہونے کے خدشات موجود ہیں۔

۵۔ علاوہ ازیں تعزیہ داری اور ماتم داری از خود مذہب شیعہ کے برخلاف ہے لہٰذا مدعیان کو یہ سہولت بہم پہنچانا اور اس قسم کی اجازت مرحمت کرنا مناسب نہ ہوگا۔

۶۔ دولت ہند کے سکریٹری اس مقدمہ کے اہم فریق ہیں۔ ان کی عدم شرکت کے سبب قانونی اعتبار سے یہ مقدمہ ناقص قرار پاتا ہے کیونکہ ایک اہم فریق اس میں شرکت نہیں کر رہا ہے۔

۷۔ آخری موقف یہ ہے کہ جسے فریق صفائی نے اختیار کیا ہے کہ شیعوں کو جلوس نکالنے کی اجازت دینا یا نہ دینا عدالت عالیہ کی صوابدید پر ہے۔ اب چونکہ شیعوں کے جلوس سے شہر کی امن کو خطرہ ہے لہٰذا اس کے پیش نظر استدعا ہے کہ معزز عدالت شیعوں کی یہ درخواست نامنظور کر دے۔

تلخیص

اس تنازعہ میں مدعا علیہان کی اختیار کردہ شقوں کی تلخیص اس طرح ہوتی ہے کہ۔

(۱) کیا مدعیوں کو اپنے مذہبی جلوس کو بہ آمد کرنے کا حق حاصل ہے؟

(۲) کیا فریق مخالف کو یہ قانونی حق پہنچتا ہے کہ وہ دعویداروں کے جلوس نکالنے کے مندرجہ بالا طریق کار پہ اعتراض کر سکے؟

(۳) کیا حکومت ہند کے سکریٹری اس مقدمہ میں فریق واقعی ہیں اگر ہیں تو ان کی شرکت کس قانونی پایۂ اہمیت کی حامل ہے؟

(۴) کیا دعویٰ کرنے والوں کے پاس کوئی معقول آئینی لائحہ عمل ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

عمرعیان کو کس حد تک سہولت دی جا سکتی ہے اور ان کو کس رعایت کا مستحق قرار دیا جا سکتا ہے۔

دریافتی تحقیقات

سوال ۱ اور ۲: (مسلمانوں کی تاریخ پر طائرانہ نگاہ)

فریقین کے نظریات و خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس معاملہ کو سلجھانے اور اس کی تہ تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ مختصراً مسلمانوں کی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے جس میں ان دونوں فرقوں کی باہمی نزاع و مناقشت کی اصلیت مندرج ہے۔ یہ دونوں فرقے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر راسخ ایمان رکھنے کے دعویدار ہیں اور ان کو اللہ کا رسول تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تبلیغ و نقش قدم پر متفق ہیں۔ دونوں قرآن کے الہامی ہونے پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ پیغمبرؐ کی وفات سے پہلے ان کے معتمد پیروکاروں میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا مگر ان کی رحلت کے بعد جو مشکل مسئلہ اسلامی دنیا کو پیش آیا وہ آنحضرتؐ کے بعد ان کے جانشین کی تقرری کا تھا جسے خلیفہ، امام، روحانی پیشوا یا اسلامی دنیا کی حکومت کا حاکم کہا جاتا تھا۔ وفاتِ رسولؐ کے وقت آپ کی چہیتی بیوہ حضرت عائشہ، محبوب ترین چچیرے بھائی اور داماد

Presented by www.ziaraat.com

حضرت علیؑ جن کی شادی حضورﷺ کی اکلوتی صاحبزادی فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ جو کہ پیغمبرﷺ کے دو نواسے تھے، علیؑ کے بیٹے تھے اور بنت رسولؐ فاطمہؑ کے فرزند تھے۔ ان کے علاوہ حضورﷺ کے اہل بیتؑ میں کوئی اور فرد نہ تھا۔ جیسا کہ مسٹر جسٹس آرنلڈ نے اپنے ایک مشہور فیصلہ میں کہا ہے جو انھوں نے بمبئی ہائیکورٹ میں ایک ممتاز خوجہ کے کیس میں صادر کیا ہے۔ موصوف جسٹس اس طرح لکھتے ہیں کہ:۔ "اہل اسلام میں عام توقع یہی تھی کہ علیؑ (آنحضرتﷺ کے) پہلے جانشین ہیں۔ کیونکہ وہ نبیﷺ کے محبوب صحابی، ان کی چہیتی و اکلوتی وارث بیٹیؑ فاطمہ کے شوہر تھے۔ مگر ایسا نہ ہوا پیغمبرﷺ کی جوان محبوبہ بیوی عائشہ جو کہ فاطمہؑ اور علیؑ کے خلاف بیر خاش رکھتی تھیں اپنے اثر و رسوخ کے ذریعہ ایک انتخاب کے تحت اپنے باپ ابوبکر کو خلیفہ بنانے میں کامیاب ہو گئیں۔ علیؑ جو کہ اس (امر خلافت) کے حقیقی حقدار تھے، رسول اللہﷺ کے محبوب ترین تھے اور (فضائل میں) اپنا کوئی ثانی نہ رکھتے تھے۔ وقت کے شجاع ترین ہیرو تھے نیز بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ دانا، اعلیٰ قاضی، عمدہ ناظم، زاہد، متقی، پرہیزگار اور تاریخ کے بلند کردار شخص تھے اور نبی کی اکلوتی بیٹیؑ کے شوہر نامدار اپنے دو فرزندوں یعنی حسنؑ و حسینؑ کے پدر بزرگوار تھے۔ وہ فرزند کہ جو رسولؐ خدا کو بہت زیادہ پیارے تھے اور آنحضرتﷺ نے اپنے ان دونوں نواسوں کو جنتؑ کے نوجوانوں کا سردار ہونے کا خطاب عطا فرمایا تھا۔"

علیؑ رسولؐ خدا کا وہ سایہ تھے جو ان سے کبھی جدا نہ ہوا اس بات

فاضل مصنف نے his only daughter کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت علیؑ پیغمبرؐ کے ان اصحاب میں سے تھے جو ہر حالت میں حضورؐ کے ساتھ سینہ سپر رہے اور ساری زندگی وہی کیا جو پیغمبرؐ نے کیا یا آپ نے چاہا۔ جہاں تک میں نے مسلمانوں یا غیر مسلموں کی تحریر کردہ تاریخوں سے اخذ کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ علیؑ رسولِ خدا کا وہ سایہ تھے جو ان سے کبھی جدا نہ ہوا۔ اُن کا برتاؤ بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ بوس ویل کا جانسن کے ساتھ تھا۔ علیؑ یقیناً اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو پیغمبرؐ کا قوتِ بازو قرار دیا جائے وہ اقتدارِ پیغمبرؐ کے حقیقی معمار ہیں (جو کہ دانشوروں میں دانا ترین، میدانِ جہاد کے شجیع ترین مجاہد) ان ہی کی تلوار سے شاندار فتوحات حاصل ہوئیں۔ خندق، احد، بدر، اور خیبر کے معرکے سر ہوئے۔ علیؑ کی بدولت ہی محمدؐ کا مشن پھلا پھولا اور آناً فاناً دنیا میں اس تیزی سے پھیل گیا کہ انسانی تاریخ میں کسی تحریک کو ایسی سرعت و سرت نصیب نہیں ہوئی۔ استحکامِ اسلام میں علیؑ نے محمدؐ کے ہاتھوں کو مضبوط تر کیا۔ پیغامِ اسلام کو دوامی حیات عطا کی۔" الغرض یہ سب خدمات علیؑ کے اس حق کی تائید کرتی ہیں کہ اسلام کی صحیح قیادت کے لئے علیؑ سے بڑھ کر کوئی حقدار نہ تھا اس منصب کا اہل کوئی دوسرا ہرگز نہ تھا۔ رسول اللہؐ سے قرابت داری اور ذاتی خصوصیات کے پیشِ نظر مخلص ترین دوست اور فرماں بردار پیرو کار رسولؐ ہونے کے باعث شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر صحیح انتخاب ہوتا تو علیؑ یقیناً یہ انتخاب جیت جاتے علیؑ کا حقِ خلافت اس حقیقت سے بھی تقویت پاتا ہے کہ پیغمبرؐ زندگی حیات میں گاہے بگاہے علانیہ طور پر لوگوں میں علیؑ کی ولی عہدی کا

Presented by www.ziaraat.com

آزادانہ و کھلا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ میں اس سلسلہ میں میجر پرائس کی تحریر کردہ تاریخی کتاب "ہسٹری آف محمڈن ایمپائر" کے صفحہ سے اقتباس کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔

میجر پرائس کا بیان غدیر

"مکہ سے واپسی کے موقع پر علیؑ کے ساتھ رسالت مآب کا اعزاز بخش رویہ اس بات کی تشفی کن نشاندہی کرتا ہے کہ آپؐ نے ان کو اپنا ولی عہد مقرر فرمایا اس طرز عمل سے عملی طور پر نہ سہی لیکن جزوی اعتبار سے ان مراعات اور اعزازات کے بل بوتے پر یہ ماننا پڑے گا کہ آنحضرتؐ اقتدار حکومت علیؑ کو سونپ دینے کی خواہش رکھتے تھے۔ دوران سفر غدیر کے قریب درختوں کے جھنڈ میں جلسہ عام کا تعجیلی اہتمام فرمانا، اونٹوں کے کجاووں کا منبر بنانا، آگے نکل گئے مسلمانوں کو واپس بلوانا، پیچھے رہ گئے لوگوں کا انتظار کرنا۔ پھر علیؑ کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر انبوہ کثیر سے خطاب کرنا اور اپنے خطبہ کو یہاں تک پہنچانا کہ "جس کا میں مولا اس کا علی مولا" پھر علیؑ کے ہاتھوں کو بلند کرنا اس حد تک کہ ان کے قدم نبیؐ کے گھٹنوں تک پہنچے کہ سارا مجمع بچشم خود دیکھے کہ اللہ کا رسولؐ کس کو بلند کر رہا ہے۔ اور اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے یہ فرمانا کہ جس طرح تم سب کی جانوں کا میں والی ہوں اسی طرح میرے بعد یہ علی بھی والی ہے۔ پھر قسم کھا کر حضورؐ کا یہ ارشاد کرنا کہ اے خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے اور اس کے بعد آنحضرتؐ کا

Presented by www.ziaraat.com

خیمے میں واپس تشریف لانا۔ علیؑ کی دستار بندی کرنا۔ جمع کثیر کی موجودگی میں حضورؐ کا مبارک باد دینا اور علیؑ کی اس تقرری و کامیابی پر لوگوں کا ہدیہ تہنیت پیش کرنا وغیرہ سب کچھ علیؑ کے حق کی گواہی دیتا ہے" میجر پرائس جو کہ مسلمانوں کی قدیم تاریخ کے معتبر مؤرخ ہیں بڑے وثوق سے علیؑ کا حق خلافت و امامت بیان کر چکے۔ لیکن (افسوس!) علیؑ کے ساتھ بد قسمتی یہ ہوئی کہ وہ اپنی عادات و خصائل میں سادہ لوح، فضائل و شمائل میں پارسا اور اپنے حق کو (زبردستی) لینے میں کمزور واقع ہوئے۔ وفات پیغمبرؐ پر وہ ان کی تدفین میں مشغول رہے۔ اس اثناء میں دوسری طرف رسولؐ کی چہیتی بیوی عائشہ نے اپنے پورے اثر و رسوخ کو بروئے عمل لاتے ہوئے اپنے باپ کے لئے کامیابی کی راہیں ہموار کر لیں اور ان کو منتخب کر لیا گیا۔ اس سلسلہ میں علیؑ کی دوسری بدقسمتی یہ ٹھہری جو کہ ان کے لئے زیادہ مضرت رساں ثابت ہوئی کہ ان کے تعلقات عائشہ کے ساتھ ناخوشگوار تھے اور آخری ایام میں خاندان رسولؐ میں عائشہ نے قابل ذکر حیثیت اختیار کر لی تھی اور خاص طور پر ایام مرض میں ان بی بی صاحبہ نے فضا کو کافی حد تک اپنے قبضہ قدرت میں لے لیا تھا۔ یہ علیؑ بن ابی طالب جو کہ عائشہ کے پہلے سے مخالف تھے اور "قصہ افک" پر انہوں نے عائشہ کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا حالانکہ یہ مخالفت بھی علیؑ کی کسی ذاتی غرض کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس کا سبب بھی پیغمبرؐ اسلام کا بہتر مفاد تھا۔ مگر بی بی عائشہ نے ساری

Presented by www.ziaraat.com

زندگی یہ بغض اپنے سینے میں محفوظ رکھا اور جب کبھی بھی علیؑ کو نقصان پہنچانے کا موقعہ ہاتھ آیا بی بی نے اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا اور علیؑ کو نیچا دکھانے میں ایڑھی چوٹی کا زور صرف کیا۔

علیؑ کے حقوق کی پامالی اور اُمت کا باہمی نفاق!

بی بی عائشہ کے والد حضرت ابوبکر بھی بااثر آدمی تھے۔ لہٰذا علیؑ کے حقوق کو پامال کرتے ہوئے وہ اپنے اثر و رسوخ سے خلافت کا تاج اپنے سر پر سجا لینے پر راضی ہو گئے اس وقت کے وفا شعار مسلمانوں نے اس غیر منصفانہ اقدام کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا۔ یہ وفادار (مسلم) جماعت دل سے یقین رکھتی تھی کہ حضرت علیؑ ہی منصب خلافت کے اہل ہیں۔ ان لوگوں کا نظریہ ہے کہ خلافت علیؑ اور اولادِ علیؑ کا پیدائشی حق ہے۔ یہ اہلیت ان ہی میں ہے کہ وہ دنیوی اسلامی خلافت، حکومت و امامت کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں اور تینوں خلیفے حضرات ابوبکر، عمر اور عثمان غاصبانہ قبضے کے ذریعہ برسراقتدار آئے اور وہ تمام کے تمام اس بات کے مجرم ہیں کہ انھوں نے حقیقی حقدار علیؑ کے اس موروثی حق پر ڈاکہ ڈالا۔ چنانچہ یہی وہ جماعت ہے جو اس نظریہ کے باعث "شیعہ" کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ شیعہ کے معنی حب دار یا پیروکار کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ شیعہ اپنے رسولؐ کے اہلبیت کے پیروکار ہیں۔ نبی کے گھرانے کو مانتے ہیں جو کہ علیؑ اُن کے صاحبزادوں حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ جو کہ پیغمبرؐ کی

Presented by www.ziaraat.com

دفتر ہی کے معتقد ہیں۔ محمدیوں (مسلمانوں) کا ایک اور گروہ جو شیعوں کے اس دعوے کا مخالف ہے اور علیؑ کو اس بنیاد پر خلیفہ تسلیم نہیں کرتا بلکہ خلیفہ کے چناؤ کے لئے انتخاب کے اصول کا قائل ہے اس گروہ کو اہل سنت یا سنی کہا جاتا ہے۔

بنی امیہ کی روش

تیسرے خلیفہ حضرت عثمان کی موت کے بعد علیؑ کا دعویٰ از خود تسلیم کر لیا گیا اور خلافت یا حکومت کی باگ ڈور ان کے حوالہ کر دی گئی۔ لیکن مخالف قوتیں ان کے خلاف ریشہ دوانیوں اور سازشوں میں مصروف کار رہیں۔ ان کے نمایاں مخالف اور خطرناک دشمن بنی امیہ تھے۔ جو کہ قریشی عرب قبائل ہی میں سے ایک قبیلہ ہے جن کا سردار ابوسفیان تھا۔ ابوسفیان محمدؐ کے سخت ترین جانی دشمنوں میں سے تھا اس کا مشن محمدؐ کے ساتھ ہر قدم پر لڑنا۔ اسلام کے برخلاف پروپیگنڈا کرنا اور مسلمانوں کی طاقت کا شیرازہ بکھیرنا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ محمدؐ کو مذہبی اور ریاستی دونوں طاقتیں نصیب ہو گئی ہیں تو وہ بے بس، لاچار اور مجبور ہو کر عالم بے چارگی میں حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ ابوسفیان اور اس کے اہل خاندان نے زبان سے تو کلمہ اسلام پڑھ لیا لیکن ان کے دلوں میں اپنی ناکامی و خجالت کے انتقام کی چنگاری سلگتی رہی۔ معاویہ اسی ابوسفیان کا بیٹا تھا۔ یہ علیؑ کے پیچھے پڑا رہا۔ علیؑ نے پر آشوب حالات کا حوصلہ مندی سے مقابلہ کیا اور اسکی شاطرانہ چالوں کو ناکام بناتے رہے۔ یہ معاویہ بڑا مضبوط آدمی تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

لہٰذا اُسے سلطنت اسلامیہ کو دو ٹکڑے کرنے میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ ایک حصّہ علیؑ کے زیر حکومت رہا اور دوسرا معاویہ کے زیر تسلط آیا مگر اس پر بھی معاویہ نے علیؑ کو چین کی سانس نہ لینے دی۔ عائشہ کی طرف سے معاویہ کو حمایت و کمک مسلسل ملتی رہی اور وہ متواتر علیؑ کے لئے پریشانیوں کا موجب بنے رہے۔ حتیٰ کہ مسجد کوفہ میں جو کہ دریائے فرات کے کنارے پر ایک قصبہ ہے ایک مسلمان (خارجی) نے علیؑ کا کام تمام کر دیا۔ شہادت علی کے بعد ان کے بڑے بیٹے حسنؑ بن علیؑ تخت نشین ہوئے جسٹس آرنلڈ کے مطابق، حسنؑ حضرت علیؑ کے بڑے فرزند اپنے مقدس والد کی مظلومانہ شہادت کے بعد بادشاہت کے پیدائشی حق کو کثیر رقم کے عوض میں معاویہ کے ہاتھوں فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے اور اس پیسے سے وہ اپنے زندگی کے مصارف خیر و خیرات، مذہبی فلاح و بہبود کے کاموں کے اخراجات مدینے میں رہکر کیا کرتے تھے۔ ۶۶۹ء میں پیغمبر اسلام کا یہ بے گناہ نواسہ اپنی بیویوں میں سے ایک بیوی کے ذریعہ زہر دیئے جانے کے سبب انتقال کر گیا۔ اس بیوی کو یزید پلید نے رشوت دی تھی۔ اور معاویہ کا یہ بیٹا تخت دمشق پر بنی اُمیہ کا دوسرا خلیفہ ہونے والا تھا اب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا براہ راست خونی رشتہ دار اور اسلام کا بھی خواہ صرف حسینؑ تھا۔ جو علیؑ و فاطمہؑ کا چھوٹا بیٹا ایک بہادر نہ نیک سیرت انسان کہ جس میں اس کے باپ کی روح کام کرتی تھی تنہا باقی رہ گیا تھا۔ معاویہ نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے

Presented by www.ziaraat.com

یزید کو جانشین مقرر کر دیا۔ مرتے وقت معاویہ نے بدترین عہد شکنی کا مظاہرہ کیا اور امام حسنؑ سے اپنے صلح کے عہد نامہ کے اس عہد سے پھر گیا کہ جس کے تحت اسے اپنے انتقال کے بعد زمام اقتدار امام حسنؑ یا امام حسینؑ کے سپرد کرنا تھا۔ کچھ ہی عرصہ بعد معاویہ بیمار پڑا اور اس کی جگہ اپنے باپ کی جاگیر سمجھتے ہوئے یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا۔ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کر کے تمام سابقہ اسلامی طریقہ کاروں کی مخالفت کی تھی لہٰذا قانونی لحاظ سے یزید کی جانشینی قطعی طور پر ناروا تھی۔ یہ یزید کہ جس کا تذکرہ کیا گیا ابوسفیان کا پوتا تھا عہد علویہؑ میں دولت اسلامیہ کے دولخت ہو جانے کے بعد اور ایک حصہ معاویہ کے مستفید ہونے کے پیچھے بنو اُمیہ نے مسلمانوں کی تاریخ کا ایک اور اضافی باب کھولا۔ اب سلطنت کا مالک معاویہ جو اسلام کے بدترین دشمن ابوسفیان کا بیٹا تھا قرار پایا۔ چنانچہ بنی اُمیہ نے شام کے دارالحکومت دمشق میں ملوکیت کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے اسلامی تبلیغ کو نئی بدرنگیوں سے پیش کرنا شروع کیا۔ اور دین کی شکل بگاڑنے میں لگ گئے۔ اس وقت مسخ شدہ مذہب اسلام بنی اُمیہ کی زیرنگین قلمرو میں رواج پانے لگا۔ مگر حقیقی اسلام کا نور ابھی مدینہ میں خاندان رسولؐ کے دم سے جگمگا رہا تھا۔ پیغمبرؐ کے دین پر اس سے کڑا آزمائش کا وقت کبھی نہ آیا تھا۔ اگر بدقسمتی سے معاویہ اور اس کا گھرانہ اہلبیت نبویؐ کی روحانی قوتوں کو مٹانے میں کامیاب ہو جاتے تو آج اسلام کی شکل کچھ اور ہی ہوتی۔ شاید اسلام ایک بھولی بسری داستان ہو چکا ہوتا۔ ارکان بنی اُمیہ

Presented by www.ziaraat.com

جنھوں نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں رسولؐ اسلام سے علانیہ دشمنی رکھتے ہیں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی کے کردار روز روشن کی طرح واضح ہیں جیسا کہ گبن اپنی تاریخ "ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر" کے صفحہ ۱۹۰ پر لکھتے ہیں کہ "اہل شام کے علاوہ بنی امیہ کو کبھی اور کسی جگہ مقبولیت حاصل نہ ہوئی حیات محمدؐ میں ان کے باغیانہ کارنامے انکا بے دلی سے اسلام قبول کر لینا ناجائز طریقوں سے تخت حکومت حاصل کرنا اپنے اقتدار کی عمارت کو عرب کے سب سے مقدس افراد کے خون کے گارے سے مضبوط کرنا ایسے سیاہ کارنامے ہیں کہ جو اُن کی حقیقی و اصلی تصویر پیش کر دیتے ہیں"

اس کے علاوہ متعدد ممتاز انگریز مصنفین مثلاً میجر پرائس مسٹر گبن اور اوکلین نے معاویہ اور یزید کی پر زور طریقے سے مذمت کی ہے جیسے میجر پرائس کی تاریخ "ہسٹری آف دی محمڈن ایمپائر" صفحہ ۴۲۹، گبن کی "ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر" صفحہ ۱۹۰ اور سیرسن کی شارٹ ہسٹری مرتبہ امیر علی صفحہ ۸۱ کے مطابق یہ ہے کہ معاویہ و یزید کی تمام حکمت عملی اور کارگزاری سب کی سب غیر اسلامی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے۔ جیسا کہ معاویہ نے مرتے وقت اس کو تسلیم کیا ہے شاید اس لئے کہ یہ اعتراف قیامت کے دن اُسے کوئی فائدہ بخش دے۔ میں یہ نکتہ میجر پرائس کی زبان سے نقل کرتا ہوں۔

معاویہ کی وقت آخر یزید کو وصیّت

"بوقت موت

معاویہ سے کہا گیا کہ وہ اپنے وزراء کے سامنے کوئی وصیت کرے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ مجھے تین چیزوں کا بہت افسوس ہے پہلی یہ کہ میں حرص و ہوا میں گمراہ ہوا۔ اور میں نے بنی آدم کی مقدس آل کے حقوق کا ناحق خون کیا۔ دوم یہ کہ میں نے امام حسنؑ کی بیوی سے ان کو زہر دلوایا۔ سوم یہ کہ میں نے یزید کو اپنے بعد اپنا وارث مقرر کیا۔" (یہ انس کی تاریخ جلد ۱ صفحہ ۳۸۹) معاویہ نے مرنے سے کچھ دیر پہلے اپنے بیٹے کو کہا کہ وہ بعض چیزوں سے خبردار رہے میجر پرائس لکھتے ہیں کہ "اپنی بیماری کے دوران اس نے اپنے جانشین یزید کو طلب کیا اور اسے کہا کہ میں نے حتی المقدور تمہاری حکومت کو ہر شخص سے محفوظ کر دیا ہے مگر پھر بھی مجھے خدشہ ہے کہ میرے مرجانے کے بعد چار آدمی تیرے خلاف سر اٹھائیں گے وہ حسینؑ بن علی۔ عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور عبداللہ بن زبیر ہیں۔ خوب جان رکھو! کہ حسینؑ رسولؐ خدا کے نواسہ ہیں اور وہ اس مملکت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اگر تم ان پر غلبہ پالو تو ان سے فیاضانہ سلوک کرنا۔" یہ معاویہ کا خود اپنا اعتراف ہے جس سے علیؑ و اولادِ علیؑ کے استحقاقِ خلافت کا ٹھوس ثبوت حاصل ہوتا ہے یزید اپنے باپ سے بھی بدتر تھا۔ یہ وہی بدبخت ہے جو واقعہ کربلا کے المناک سانحہ کا ذمہ دار ہے۔ وہ واقعہ کہ انسانیت کی تاریخ میں ظلم و ستم کی داستانوں میں سرفہرست آتا ہے۔

یزید کا کردار

اپنے باپ کے مرجانے کے بعد جب یزید بادشاہ بنا تو اسے احساس ہوا کہ اسے مسلم عوام الناس

Presented by www.ziaraat.com

کی دلی حمایت حاصل نہیں ہے اور اس کی جانشینی مسلمانوں کے تمام گزشتہ طریقوں سے مختلف ہے۔ وہ جانتا تھا کہ سچے مسلمانوں کے دل امام حسینؑ کی طرف جھکے ہوئے ہیں جو کہ سبطِ پیغمبرؐ ہے اور اُن کی زندگی میں اس کو کوئی مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ یا تو حسینؑ اس کی اطاعت کو قبول کر لیں یا پھر ان کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ چنانچہ اس نے پہلے ان سے بیعت طلب کی جیسا کہ اس سے پیشتر بیان کیا گیا۔ یزید صرف مسلمان دنیا کی ایک مملکت ارضی کا فرمانروا ہی نہ تھا بلکہ اس مسلک اور مذہب کا سربراہ بھی تھا جس کی بنیاد جد یزید اسلام کے نام سے اس کے باپ نے دمشق میں رکھی تھی۔ جبکہ امام حسینؑ یہ سمجھتے تھے کہ اصولی طور پر حکومت ان کا حق ہے جسے طاقت کے بل پر ان سے غصب کر لیا گیا ہے اور یزید کی خلافت اسلام کے لئے بہت بڑا المیہ ہے کیونکہ جو اسلام ان کے نانا رسول اللہؐ لائے تھے یزید اس میں دست اندازیاں کر رہا تھا۔ اور اندر ہی اندر دین محمدیؐ کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مشغول تھا۔ حسینؑ اپنی آنکھوں سے اسلام کا حلیہ بگڑتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ یزید کی بیعت کر لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ حسینؑ نے یزید کی ملوکیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ لہٰذا آپ نے یزید کی اطاعت قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کوفہ علویوں میں شہر کوفہ عراق کے تعصبات میں خاصی اہمیت حاصل کر چکا تھا۔ یہ شہر دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امیرؑ کے عہد میں دار السلطنت بنایا گیا تھا۔ لہٰذا اہل کوفہ قدرتی طور پر علیؑ کے جاں نثار بن چکے تھے۔ وہ یزید کی غیر آئینی حکومت کے برخلاف تھے اور اس کی جگہ امام حسینؑ کو برسر اقتدار لانے کے متمنی تھے۔ چنانچہ انھوں نے لاتعداد دعوت نامے حسینؑ کی طرف روانہ کئے۔ اور اُن کو یقین دلایا گیا کہ وہ یزید کے خلاف امام کی پوری حمایت و نصرت کریں گے۔ امام حسینؑ کے کئی احباب نے اہل کوفہ کی وعدہ خلافیوں کے بارے میں امام کو خبردار کیا۔ مگر امامؑ نے ان نصیحتوں پر کان نہ دھرا۔ آپؑ کا ذہن ایک مخصوص سوچ میں ڈوبا رہا انھوں نے اپنے دوستوں کے نیک جذبات کی قدر دانی کی۔ آپ کو یقینی طور پر آئندہ رونما ہونے والے واقعات کا علم تھا۔ مگر ان سب خطرات کو نظر انداز کرتے ہوئے انھوں نے اپنے نانا کے دین کو ہر قیمت پر باقی رکھنے کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ انھیں یقین تھا کہ وہ نہتے یک و تنہا مار دیئے جائیں گے۔ لیکن ان کا ایمان تھا کہ ان کی شہادت سے بہا ہوا خون قصر اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کر دے گا۔ ان کی ذات دین کے بار۔ آور درخت کے لئے بیج ثابت ہو گی۔ چنانچہ واقعۂ کربلا رونما ہوا۔

سانحۂ کربلا!

اور یہی روح سوز سانحہ تنازعہ زیر کاوش کا اصلی سبب ہے چنانچہ میں اس مقام پر ایڈورڈ گبن کے الفاظ جو کہ انھوں نے اپنی تاریخ "دی

Presented by www.ziaraat.com

ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر" کے صفحہ پر لکھتے ہیں۔
کا حوالہ دیتا ہوں کہ شرافت حسینیہ اور امام کی اعلیٰ کارکردگی
نواسہ رسولؐ کا بلند کردار حسینؑ کو انسانیت کی معراج پر
لے گئیں۔ وہ بڑی آسانی سے یزید کی حمایت کر کے اپنا سب کچھ
بچا سکتے تھے مگر محض حفاظت حق کی خاطر وہ حکومت دمشق
کے باغی قرار پائے۔ آپؑ کو ایسے رسوا کن ناموں سے متہم
کیا گیا جو کہ ان کی عالی شان کے سراسر منافی تھے۔ خفیہ طریقے
سے ایک فہرست کوفہ سے لے کر مدینہ تک ایک لاکھ چالیس ہزار
مسلمانوں کی آبادی میں مشتہر کی گئی جس میں یہ تشہیر کیا گیا کہ
حکومت وقت کے خلاف خروج کرنے والے ایک باغی کا فرات
کے کنارے قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ حسینؑ جو کہ اپنے دانا دوستوں
کے مشورے کے برخلاف صرف چند احباب اور اپنے اہل خاندان
کی معیت میں عرب کی صحراؤں کا سفر کرتے ہوئے بال بچوں سمیت
عراق کی خونی زمین پر اتر آئے تھے وہاں کے گورنر عبیداللہ
کے سینے پر سانپ بنکر لوٹ رہے تھے۔ اس نے پانچ ہزار
کے ایک لشکر کو وادیٔ نینوا میں حسینؑ کو گھیر لینے کے لئے روانہ
کیا جب اس لشکر نے حسینؑ اور ان کے اہل بیت کو گھیر
لیا تو آپ نے سردار لشکر کے سامنے اپنی تین تجویزیں پیش
فرمائیں کہ یا تو انھیں مدینہ واپس چلے جانے دیا جائے۔ یا
تو ترکستان کی سرحد عبور کرنے دیا جائے۔ یا پھر بحفاظت
یزید کے پاس بھیجدیا جائے۔ اس پر یزیدی لشکر کے سردار نے

Presented by www.ziaraat.com

ان کی کوئی بات قبول نہ کی۔ اور اس بات پر اڑا رہا کہ یا تو امام بیعت قبول کرلیں ورنہ جنگ کے لئے تیار رہوں۔ آپؑ نے اُن لوگوں سے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارا یہ کثرت کو دیکھ کر تمہارے امیر کی اطاعت قبول کرلوں گا۔ نہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ چنانچہ امامؑ نے خود کو مقدر کے حوالہ کیا۔ حسینؑ کے اہل خاندان اس خطرناک کشیدہ صورت سے متفکر ہوئے انھوں نے اپنی ہمشیرہ کو مایوس دیکھکر کہا کہ ہمارا ایمان خدائے واحد پر ہے۔ ہر چیز اسی کی ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والی ہے۔ میرے بھائی حسنؑ۔ باپ علیؑ، ماں فاطمہؑ مجھ سے بہتر تھے۔ اور ہر مسلمان کو اپنے رسولؐ کے اسوہ کی مثال ہمیشہ سامنے رکھنی چاہیئے۔ امامؑ نے اپنے تمام ساتھیوں کو خبر دی کہ ان کو شہید کر دیا جائے گا۔ لہٰذا میرا کسی سے کوئی شکوہ نہ ہوگا میں سب کو بخوشی اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے جہاں چاہے چلا جائے۔ اصحاب حسینؑ نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم کسی قیمت پر آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا اور روز عاشورہ اپنی جانیں مولا پر فدا کر دیں قیامت خیز دن کی صبح کو حسین مظلوم ایک ہاتھ میں قرآن لئے دشمن کے مقابلہ میں نکلے یہ خدائی جماعت صرف بتیس۳۲ گھوڑ سواروں اور چالیس۴۰ پیادوں پر مشتمل تھی۔ لیکن ان کے حوصلے سیسہ پلائی دیوار سے بھی مضبوط تھے۔ ان کی ہمت خیمہ صحرا کے

Presented by www.ziaraat.com

رشتوں سے زیادہ طاقتور اور ان کا عزم محفوظ خندقوں سے زیادہ گہرا تھا۔ دشمن نے پہلے اپنے تیس نامور شہسواروں کو ایک ایک کے مقابل رن میں روانہ کیا لیکن جب بنو فاطمہؑ نے ان کو آناً فاناً ڈھیر کر دیا تو انھوں نے مشتعل ہو کر چاروں طرف سے نیزوں اور تیروں کی برسات شروع کر دی اور ہر طرف گھوڑے دوڑا دیئے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ مجاہدین حسینؑ نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا اور دشمن کی لاشوں سے میدان پٹ گیا۔ ابھی اتنا میں وقت نماز ہوا۔ اس وقت تک حسینؑ کے سب ساتھی جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ صبر و استقامت کے اس بلند پہاڑ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے بوڑھے مگر جواں عزم حسینؑ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آپ کے ہاتھ خون سے رنگین تھے اور ان کے عزیزوں کی لاشیں خون میں لت پت زمین پر پڑی تھیں انھوں نے اپنے شہیدوں اور زندوں کی نماز جنازہ پڑھی دور خیمے سے دیکھتی ہوئی حسینؑ کی بہن نے بھائی کی بے بسی ملاحظہ کی۔ کہ آپ کی ریش مبارک خون میں تر تھی۔ ان کے لخت جگر میدان کربلا پر بکھرے ہوئے تھے۔ پس حیرت بھری نگاہ سے حسینؑ نے میدان کے چاروں طرف دیکھا اور سجدۂ شکر میں جا گرے۔ حسینؑ جھکے شمر اٹھا۔ وہ شمر کہ تاریخ وفا و اخلاص میں اس کو ظالم و سنگدل اور سفاک ترین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حسینؑ کا جھکا ہوا سر جس پر امت نانائے حسینؑ نیزوں اور تلواروں کے تینتیس ۳۳ سے زیادہ زخم لگا چکے تھے اب اٹھ نہ سکا۔ شمر اس کو کاٹنے میں

Presented by www.ziaraat.com

تو کامیاب ہو گیا لیکن مجبور ہوا کہ وہ سر کو نیزے پر بلند ہی رکھے سرِ اقدس کاٹ لینے کے بعد بڑے وحشیانہ طریقے سے اُسے دربار عبیداللہ بن زیاد میں بھیجا گیا اور لاش مبارک کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر دیا گیا۔ ابن زیاد نے اس عظیم الشان کے مبارک سر بلند سے سخت غیر انسانی اور توہین آمیز برتاؤ کیا۔ اور دین پاک پر اپنے بید کی چھڑی سے گستاخی کی۔ "ہائے افسوس! کیا غضب کر رہے ہو" دربار میں سے ایک ضعیف مسلمان چیخ اٹھا۔ اور کہا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اللہ کے رسولؐ کو ان ہونٹوں کے بوسے لیتے دیکھا ہے مگر اس بزرگ کی آہ ان صدا بصحرا ثابت ہوئی!"

سرِ حسینؑ اور اسیران کربلا سے سلوک!

سرِ امام حسینؑ کوفہ سے دربار یزید تک لے جایا گیا۔ یہ نقشہ میجر پرائس اپنی تاریخ کے صفحہ الھ پر ان الفاظ لکھتے ہیں۔

"اسی اثناء میں کوفہ کے گورنر عبیداللہ ابن زیاد نے کہ جس کے سامنے حسینؑ کا کٹا ہوا سر پڑا تھا اس چھڑی سے گستاخی کی اور اپنے رذیل ہونے کا مظاہرہ کیا اس کے بعد کوفہ کی ہر گلی و بازار میں جلوس کی شکل میں پھرایا گیا پھر اسے دمشق یزید کے دربار میں لے جایا گیا اور تمام راستہ میں یہ بات مشہور کی گئی کہ حکومت نے ایک باغی پر غلبہ پاکر اس کا سر کاٹ لیا ہے چنانچہ جب یزید کے دربار میں یہ سر پہنچا تو اس نے تکبر و نخوت

Presented by www.ziaraat.com

کے ساتھ انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا اور لب ہائے مبارک سے گستاخی کی کہ دربار میں موجود ابو برزہ جیسے یزید کی یہ ہتک آمیز حرکت ناپسند و ناگوار گزری بول اُٹھا۔ باز آ اس بے ادبی سے کیونکہ میں نے کئی بار دیکھا کہ رسول خدا ان ہونٹوں کو چوما کرتے تھے یزید نے ابو برزہ کے سینے پر اپنی چھڑی مارتے ہوئے اسے پیچھے ہٹایا اور بڑے تکبر سے کہا وہ بھولی کہانی جو شریعت کے نام پر عرب کی تاریخ میں مشہور ہوئی تھی اس کا قصہ تمام ہو گیا۔ اس کے علاوہ یزید نے امام حسین کی شان میں واہی تباہی بکی۔ پھر وہ بڑے فخر کے ساتھ کھڑا ہوا یوں جیسے کوئی چمکدار ستارہ آسمان پر نمودار ہوتا ہے وہ اپنی اس ابتدائی فتح مندی پر از حد خوش تھا اور فلک اسلام کے اس نجم ہدایت کے غروب ہو جانے پر اپنے جی میں بڑی مسرت محسوس کر رہا تھا اس کے زعم میں انسانیت ساز ہستی کا وجود ختم ہو چکا تھا اور اب وہ اپنی من مانی کرنے میں پوری طرح آزاد تھا۔ بالکل بے خطر تھا۔ نوع انسانی کا یہ چاند جسے کبھی گہن نہیں لگ سکتا بائیس [۲۲] ہزار کی فوج سے صرف بہتر [۷۲] نفوس کے ساتھ نبرد آزما ہوا جس میں اس کے اعلیٰ و شریف خاندان کے بچے اور مستورات شامل تھیں جنہوں نے رضاکارانہ طریقے سے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بلا خوف و خطر مقابلہ کیا اور ثابت کر دیا کہ ہر سچا مسلمان اسی جذبہ و ایثار سے میدان حق میں مقابلہ کرتا ہے۔

امام حسینؑ کا عزم صمیم، آپ کا خدا تعالیٰ پر یقین محکم اور آپ کے

Presented by www.ziaraat.com

راہِ حق میں ڈٹے ہوئے مضبوط قدم آخری دم تک نہ ڈگمگائے۔

صبرِ حسینؑ مظلوم، مغربی مورخین کی زبانی

جب شمر کا خنجر گردنِ شبیرؑ پر تھا تو زبانِ حسینؑ پر آخری الفاظ یہ تھے۔ "کہ جو تو (یا اللہ) چاہے گا وہی ہو گا"۔ حسینؑ کا صبر اور سجدہ شکر، نہ صرف میرے لئے بلکہ کائنات کے لئے تعجب خیز ہے۔ حضرت عیسیٰؑ جیسے پیغمبر کو جب سولی پر چڑھانے کے لئے بھیجا گیا تو صبر کا دامن پکڑے ہوئے ان کے ہاتھ بھی کانپتے دکھائی دیتے ہیں جیسا کہ وہ صلیب کے قریب پہنچے تو بے ساختہ پکار اٹھے۔ "اے اللہ! اے میرے خدا! تم نے مجھے کیوں بھلا دیا"۔ اسی طرح سقراط جیسے باہمت مرد کے پایۂ استقلال میں لغزش محسوس ہوتی ہے کہ جب زہر کا پیالہ ان کے سامنے پیش کیا گیا اور ان کے ارد گرد عورتوں نے رونا پیٹنا اور واویلا کرنا شروع کیا تو وہ ان خواتین کی یہ حالت دیکھ نہ سکے لہٰذا انھوں نے مطالبہ کیا کہ پہلے ان عورتوں کو وہاں سے ہٹایا جائے پھر میں زہر پیوں گا۔ اللہ اللہ حسینؑ! صبر و استقامت کا وہ پہاڑ ہے کہ جس کی کنکری کے ایک ذرّہ میں بھی جنبش محسوس نہیں کی جا سکتی۔ حسینؑ نے اصولوں کی خاطر ہر آزمائش کا کھلے ہاتھوں استقبال کیا اور دنیائے شہادت کی تاریخ میں وہ نقش ثبت کیا کہ جس کا نشان اس کے عزم کی طرح پکا اور لافانی ہے۔ اہلِ شیعہ کو بالتحقیق یہ حق ضرور حاصل ہے کہ وہ اپنے (بے مثال) پیشوا کے اس عظیم المیہ کی یاد جی بھر کر منائیں اور عالمین کے اس کبیر راہنما کی بارگاہ میں اپنی عقیدت کے

Presented by www.ziaraat.com

تر و تازہ پھول پیش کریں مسلمانوں کی دنیا محسوس کرتی ہے کہ اسلامی کارہائے نمایاں میں جو کارنامہ حسینؑ نے انجام دیا ہے ویسا کوئی بھی دوسرا شخص انجام نہیں دے سکا ہے۔ وہ لوگ جو کہ مذہب شیعہ سے اختلاف رکھتے ہیں یا میرے سے مسلمان ہی نہیں وہ بھی اپنے عقیدوں سے ہٹ کر جب حسینؑ مظلوم کے مصائب سنتے ہیں اور ظلم کی داستان کی یہ تصویر ان کی نظروں سے گزرتی ہے تو ان تفصیلات سے ان کی حساس قلبی بیدار ہو جاتی ہے اور عقیدہ و ایمان نہ ہونے کے باوجود یہ فسانۂ غم انھیں متاثر کئے بغیر نہیں رہتا جیسا کہ مشہور عیسائی مورخ گبن اپنی کتاب "ڈیکلائن اینڈ دی فال آف رومن امپائر" میں لکھتے ہیں۔

"کہ ہر دور میں حسینؑ کی المناک شہادت سخت سے سخت تر دل رکھنے والے کو حسینؑ کی مظلومیت سے ہمدردی کرنے پر مجبور کرتی رہے گی۔"

عزاداری

یہ مسلمانوں کی تاریخ کا وہ باب ہے جسکی یاد ہر سال تازہ کی جاتی ہے اور اس سالانہ یادگار کو دنیا بھر میں آباد شیعہ تعزیہ کا جلوس نکالکر قائم رکھتے ہیں۔ تعزیہ بنفسہ کچھ نہیں ہے لیکن کربلا کی کہانی کی ایک یادگار ہے۔ شیعہ لوگ اسے اٹھا کر گلیوں سے، شاہراہوں سے، قصبوں سے، دیہاتوں سے گزرتے ہیں۔ یہ لوگ نوحہ خوانی کرتے ہیں۔ اور مرثیے پڑھتے ہیں جن میں کہ امام حسینؑ، انکی مخدرات اور بچوں پر ڈھائے گئے مظالم و ستم کی تفصیلات کا تذکرہ و بیان کیا جاتا ہے۔ شیعہ روتے

Presented by www.ziaraat.com

دھوتے ہیں۔ پیٹتے ہیں واویلا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ امام حسینؑ اور ان کے اہل خاندان پر ظلم کرنے والے تھے یا اُن کو پہنچنے والے مصائب کے ذمہ دار تھے اُن کی پرزور نفرین کرتے ہیں اور جو طریقہ بھی اظہار مذمت و نفرت کے لئے ان کو موزوں نظر آتا ہے وہ اس کو اختیار کر لیتے ہیں۔ سنی لوگ خود بھی امام حسینؑ کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ اور وہ یزید اور اس کے ساتھیوں کی کارروائیوں جو کہ انھوں نے قتل حسینؑ کے سلسلہ میں کیں ان سب کو ناپسند کرتے ہیں۔ مسلمانوں ہی میں ایک گروہ ایسا ہے جسے "ناصبی" کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ اصل میں بنی امیہ کے پیرو کار ہیں۔ اور پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ کے بارے میں نیک گمان نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کا صرف یہی ایک ایسا طبقہ ہے جسے یادِ شہادت حسینؑ کے منانے پر کوئی بھی اعتراض ہو سکتا ہے۔ مگر یہ گروہ بالکل ہی آٹا میں نمک کے برابر ہے۔ اور اس علاقہ (جونپور) میں تو ان کا وجود بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہٰذا میری نظر میں ان لوگوں کے اعتراض کو قطعی طور پر کوئی اہمیت حاصل نہیں۔

اس مقدمہ میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ کیا شیعوں کو اپنے جلوس کو شہر کی شارع عام گزرگاہوں سے ماتم کرتے ہوئے، روتے پیٹتے ہوئے دف بجاتے ہوئے لے جانے کا قانونی حق حاصل ہے یا نہیں خصوصاً اس کیفیت میں جبکہ وہ اپنی نظموں میں حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت بھی کرتے ہوں؟"

"ماتمی جلوس کو برآمد کرنا شیعوں کا قانونی حق ہے"

مقدمہ کے اس گوشہ پر غور کرتے ہوئے میرا خیال یہ ہے کہ ممکن لا علیہا

کے بیان کے ہر لفظ کو صحیح مان لینے کے باوجود بھی ان کا موقف، ان کی وکالت، ان کی شہادت، اصول قانون کی رو سے میرے نزدیک اس قابل نہیں کہ وہ شیعہ مدعیان کے حقوق میں حائل ہو سکیں جیسا کہ اعلیٰ عدالتوں نے اس سلسلہ میں اپنے فیصلے صادر فرمائے ہیں۔ معزز پریوی کونسل مقدمہ منظور حسین بنام محمد زمان مقدمہ نمبر 23 A.L.J-179 کی معائنہ رپورٹ اور فیصلے کے مطابق شہریوں کا ہر طبقہ یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اپنا مذہبی جلوس اپنے مذہبی طریقہ کار کے مطابق ریاست کی ہر گزرگاہ سے لے جا سکے۔ اس رپورٹ کے صفحہ ۱۸۰ پر معزز عدالت عالیہ رائے دیتی ہے کہ: "یہ تنازعہ تقاضا کرتا ہے کہ عدالت اس بات کا فیصلہ کرے کہ مذہبی جلوس کو سرکار ہند کی سڑکوں پر لے جانا اور متعلقہ رسومات مروجہ کے مطابق گزارنا قانوناً ناجائز ہے یا نہیں؟ عدلیہ کی مجاز و ذمہ دار شخصیتوں نے اس کی اجازت دینے پر اتفاق کیا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں پہلا سوال یہ ہے کہ کیا شارع عام گزرگاہوں سے مذہبی جلوس حسب رواج گزارنے کا کسی (شہری) کو حق حاصل ہے؟ معزز عدالت نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ استحقاق جائز ہے۔ اس طرح کا تنازعہ شیعہ و سنی کے مابین اس وقت رونما ہوا جب اورنگ آباد کے قصبہ میں بہت سارے علموں کے ساتھ شیعوں نے ایک جلوس نکالا۔ حسن و حسین کی شہادت کی یاد منائی۔ شیعوں کا یہ جلوس قصبے کے پبلک مقامات اور راستوں پر آہ و زاری و ماتم

Presented by www.ziaraat.com

کر پا کرتے ہوئے لے جایا جاتا تھا۔ سنیوں نے اس پر اعتراض کیا اور پیٹنے پر جیسے کہ اصطلاح میں "ماتم" کہتے ہیں پابندی لگا دینے کی خواہش ظاہر کی۔ اور یہ موقف اختیار کیا کہ اُن کی مسجد کے سامنے سے ماتمیوں کے گزرنے سے خلل واقع ہوتا ہے پریوی کونسل کے معزز اراکین نے اس مقدمہ کی سماعت فرمائی اور یہ فیصلہ دیا کہ: "ماتمی جلوس کو برآمد کرنا شیعوں کا قانونی حق ہے۔ اور وہ رونے پیٹنے اور ماتم داری کرنے کے جلوسوں سے روکے نہیں جا سکتے"۔ تاہم معزز اراکین نے یہ صراحت فرمائی کہ "امن وامان کی صورت حال کے پیش نظر انتظامیہ کو عارضی طور پر مخصوص وجوہات کی بنا پر پابندی لگا دینے کی اجازت ہے"۔ اس عدالت نے خاص طور پر مدراس کے تین مقدموں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا جن کے نمبر 304/5 مدراس، 303/6 مدراس 376/6 مدراس ہیں۔ بحوالہ 303 مدراس حکم یہ ہے کہ "ضلعی انتظامیہ اور پولیس قانون کے نفاذ اور قانونی حقوق کی پاسداری کے مددگار ہیں۔ تاہم ہنگامی صورت کے پیش نظر اگر وہ مناسب سمجھیں تو وہ ان قانونی مراعات کو عارضی طور پر روک سکتے ہیں۔ عدالت عالیہ نے اپنے فیصلہ میں واضح الفاظ میں کہا کہ "مجسٹریٹ کے ایسے احکامات جو قانونی حقوق پر پابندی لگاتے ہیں ان کا اعتبار وحیثیت صرف خصوصی حالات کے پیش نظر ہوگا۔ نہ کہ اس طرح کے عارضی احکامات عام قوانین کی شکل اختیار کر لیں گے"۔ موجودہ مقدمہ زیر سماعت کے فریق مخالف اہل سنت

Presented by www.ziaraat.com

کا بڑا اعتراض قاتلان امام حسینؑ پر لعنت کرنے پر ہے۔ جو کہ زیر بحث
جلوس کو نکالتے وقت اہل جلوس بقول تعزیہ اٹھائے ہوئے
پیٹتے ہوئے اسلامی تعلیمات کے برعکس کرتے ہیں جس سے کہ
سنیوں کے نیز مسلمانوں کے ناصبی طبقے کے جذبات مجروح ہوتے ہیں
اس لئے عوامی گزرگاہوں پر اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے
چنانچہ اس مسئلہ پر مذکورہ بالا پریوی کونسل کے ارکان نے اپنے
اظہار فیصلہ میں صاف طور پر کہا ہے کہ صفائی (سنیوں) کا موقف
اس جہت سے منفی انداز اپنائے ہوئے ہے۔ چنانچہ عدالت عالیہ
نے شیعوں کو اس بات کی اجازت دی اور شیعوں کے اس حق کو تسلیم
کیا ہے کہ شیعہ سنی زیر انتظام مسجد کے سامنے سے اپنے جلوس کو
حسب رواج روتے پیٹتے ہوئے ماتم و سینہ کوبی کرتے ہوئے
اور اپنی تمام مذہبی رسومات بجالاتے ہوئے مسجد کے قریب
گزرنے والی سڑک سے گزار سکتے ہیں۔ اس طرز عمل سے پیدا شدہ
سنیوں کے لئے خلل اندازی اور ان کی عبادت میں بے توجہگی
کا اثر کسی طور پر بھی حقوق شیعہ کو متاثر نہیں کر سکتا۔ پس
شیعوں کا دعویٰ اور مطالبہ کسی بھی صورت سے نہ زمرۂ جرائم میں
آتا ہے اور نہ ہی پبلک یا پرائیویٹ علاقوں میں انتشار کا سبب
بنتا ہے۔ ہائی کورٹ کی ایک معزز بینچ نے الہ آباد کے مقدمہ
۱۸/۵۳ میں لکھا ہے کہ: "جہاں جائیداد کے عمومی حقوق کا
سوال ہمارے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہاں ہمیں چاہیئے کہ کسی مراعات
یا قانون کی سہولت دیتے ہوئے انفرادی طور پر متاثرہ فریق کے

Presented by www.ziaraat.com

حقوق کا لحاظ رکھیں اور ایسے کام یا ایسی دفعات جن سے کسی خاص طبقے کے جذبات کو ٹھیس لگے ان کو خصوصی طور پر عام حیثیت سے بوجہ انتشار تسلیم نہ کریں"۔ یہی معزز عدالت دوسرے مقام پر رائے تحریر کرتی ہے کہ: "یہ ہر شخص کا قانونی حق ہے کہ اپنی جائیداد کو جس مقصد کے لئے چاہے اسے استعمال کرے بشرطیکہ اس استعمال سے دوسروں کو کوئی حقیقی نقصان نہ پہنچے اور نہ ہی کوئی قانون شکنی عمل میں آئے۔ تاہم مالک کو اختیار ہے کہ وہ کسی کے جذبات کو ٹھیس لگنے کی پرواہ کرے یا نہ کرے۔

حقیقی اذیت اور دل آزاری

اس مقام پر عدالت عالیہ نے REAL INJURY (حقیقی اذیت دہی) اور HURTING THE SUSCEPTIBILITY OF OTHERS (دوسروں کو جذباتی ٹھیس پہنچانا) کی صراحت فرمائی ہے۔ عدالت نے صاف طور پر لکھا ہے کہ: "اگر ایک شخص ایک کام کرنے کا قانونی حق رکھتا ہے تو وہ اسے بغیر اس بات کی پرواہ کیے کہ اس کام کے کرنے سے دوسرے افراد کی دل آزاری ہوگی کر سکتا ہے لیکن وہ ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا جس سے کہ دوسروں کو حقیقی طور پر ضرب یا چوٹ پہنچے۔

گاؤ کشی

یہی معاملہ گاؤ کشی کا ہے ہندوؤں نے ذبح پر اعتراض کیا۔ اور یہ موقف اختیار کیا کہ گائے کو حلال کرنے سے ہندوؤں کے دل مجروح ہوتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

لہٰذا مسلمانوں پر گائے کو حلال کرنے کی پابندی وارد کی جائے۔
ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ جہاں تک مذہب اہلِ ہنود
کا تعلق ہے تو جذباتی و مذہبی طور اعتبار سے ہندو برادری کا
یہ حق مانو MANU کے وقت سے ہے کہ برہمن کی زندگی اور
گائے کی زندگی ایک برابر سمجھی جاتی تھی یعنی انھوں نے حیوان و
انسان کو یکساں درجہ دیا۔ جس طرح ہندو قوانین کے مطابق
برہمن کو مارنا جرم ہے اسی طرح گائے کو مارنا جرم ہے چنانچہ
اس سلسلہ میں ہندو قوانین کے مطابق دی گئی سزائیں ناقابل
فراموش ہیں۔ علاوہ ازیں ہندو مذہبی قوانین اور اصول،
زیادہ تر ملک کی زرعی معاشیات کے اصولوں پر اساس رکھتے ہیں چنانچہ
آج کے جدید ہندو ماہرین معاشیات یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اس
ملک کے لوگوں کی غربت کے مسائل کا خاطر خواہ حل یہ ہے کہ
ملک میں اچھی نسل کی گائے کی نسل افزائی کی جائے۔ یہ معاملہ
روزمرہ کی عام زندگی کے مشاہدہ کا ہے۔ اہل ہنود نے ابتدا
ہی سے رسمًا اس سلسلہ میں گائے کا تقدس ملحوظ رکھا اور اس
اصول میں شدت اختیار کی مگر باوجود اس جائز مذہبی اعتراض
کے اور ہندوؤں کی پُرخلوص و عاجزانہ التماس کے معزز ہائی کورٹ
کی قابلِ احترام عدالت نے جذبات و احساسات کا لحاظ رکھے بغیر
وہ فیصلہ دیا جو مسلمانوں کے قانونی حق کے تحفظ میں تھا۔ یہ
فیصلہ عدالت موصوفہ نے مقدمہ نمبر ۱۸۱/۳۰ الٰہ آباد میں جاری
کیا اور یہی نظریہ کیس نمبر ۱۰۰۱/۶ کا رد کیس ظاہر کیا گیا۔ اسی

Presented by www.ziaraat.com

نوعیت کا ایک اور مقدمہ الٰہ آباد کی عدالت کو ۱۹۳۰ء میں سُننا پڑا جو صفحہ ۳۴ پر یوں مرقوم ہے کہ آنریبل سلیمان اور سین (J J) نے لکھا کہ : " اگر گائے کی قربانی ہندوؤں کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر جُرم لگتی ہے تو اس کام کو قانونِ عام کے برعکس قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ قانون کسی کے ذاتی پسند و ناپسند جذبات کو ملحوظِ خاطر نہیں لاتا بلکہ اس کا نفاذ عمومی ہوتا ہے " اس ضمن کے اور ایک کیس میں آنریبل سلیمان اور ینگ (J J) نے کہا کہ ہندوؤں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے سماجی یا مذہبی جلوس ہر سڑک، گلی، بازار، شاہراہ عام سے ڈھول باجوں کے ساتھ اپنے مذہبی رسومات بجالاتے ہوئے مسجدوں کے قریب سے گزار سکتے ہیں اور مسجد سے متعلقہ محمڈن لوگ (مسلمان) یہ حق ہرگز نہیں رکھتے کہ وہ ایسے مقامات پر جلوس کو روکنے کا مطالبہ کریں یا ایسی کوئی کارروائی کریں کیونکہ اس طرح کی رکاوٹ یا پابندی پھر اُسی طرح ہندوؤں کے لئے دل آزار ہوگی جس طرح کہ مسلمانوں کے لئے اب ہے "

چنانچہ معزز عدالت نے اس مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ :

عبادت گاہوں کے سامنے سے جلوس گزارنا

" مساجد اور مندر جو کہ گزرگاہوں پر واقع ہیں ان میں لیکن عبادت گزاروں کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ شرکاءِ جلوس

Presented by www.ziaraat.com

کو مجبور کریں کہ وہ اپنے شادیانے مسجد یا مندر کے قریب سے گزرتے ہوئے بند کر دیں کہ وہ اندر عبادت میں مصروف ہوتے ہیں بلکہ ایسا میوزک چاہے وہ مذہبی ہو یا نہ ہو اور وہ کسی بھی طبقہ یا اہل مذہب کے نزدیک قابل اعتراض ہو۔ قانون کی نگاہ میں ایسے اعتراض کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اور نہ معترضین کو ایسا اعتراض کرنے کا قانونی حق ہی حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح کی موسیقی کو بند کرانے پر اہل جلوس کے جذبات اسی طرح مجروح ہوتے ہیں جس طرح کہ اب یا بند ہی عائد کرنے کا مطالبہ اٹھانے والوں کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسی صورت حال میں اس طرح کے جلوسوں کو قطعی طور پر روکا نہیں جا سکتا۔" اسی فیصلہ کے دوران ایک اور مقام پر محترم عدالت فرماتی ہے کہ "ہر طرح کی موسیقی اچھی یا بری کسی طرح بھی عمومی انتشار یا خصوصی انتشار پیدا نہیں کرتی البتہ اس سے گلیوں، بازاروں میں رہائشی مکانات کے مالکوں کو تکلیف ہو سکتی ہے۔" انھوں نے مزید کہا: "ڈھول باجوں کے ساتھ جلوس نکالنا چاہے وہ مذہبی نوعیت کا ہو یا نہ ہو یہ بات شہری حق میں داخل ہے جو ہر کسی اقلیت کو ہوتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شاہراہ عام کو عبادت گاہ کے مترادف سمجھ کر استعمال کرنا شروع کر دیا جائے۔ ہر فرقے کے لوگ عام گلیوں میں اپنے جلوس گزار سکتے ہیں بشرطیکہ وہ دوران گزر وہاں کے باشندوں کو کسی طرح کی مداخلت" کی شکایت کا موقع نہ دیں۔ چنانچہ زیر بحث تنازعہ میں معترضین

کو اس قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اہل جلوس نے گزرتے ہوئے کسی طرح کی مداخلت کر کے ان کو نالاں کیا ہو۔ نہ ہی مدعیان نے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ ان کے جلوس میوزک اور لعن یا طبل اور تماشہ کے لئے گلیوں میں اہل محلہ کوئی مزاحمتی دخل اندازی پیدا کرتے ہیں بلکہ مخالف فریق کا شکوہ صرف یہ ہے کہ سارا کچھ اسلام کے برعکس ہے جسے بجالا کر شیعہ جون پور کے سنیوں اور ناصبیوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ اعلیٰ عدالتوں نے لکھا ہے کہ اس قسم کے اعتراض قطعاً بے بنیاد ہوتے ہیں اور ان قانونی حقوق کے سامنے ان کی کچھ حیثیت نہیں ہوا کرتی جو کہ عوام الناس کے لئے عمومی طور پر ملک کی سرزمین پر نافذ کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا میں شہادت و حقائق کی بنیاد پر تحریر کرتا ہوں کہ مدعا علیہان کے تمام اعتراضات مذہبی یا جذباتی کیفیات پر مبنی ہیں جو کہ بے اساس و بے وقعت ہیں۔ ایک اور مقدمہ جو ۱۹۳۶ء میں بینچ ڈویژن نے آنریبل مکرجی اور ریلینٹ (JJ) نے سنا جس کا نمبر 62 ہے ALJ ہے اور اسے 639 صفحہ پر نقل کیا گیا ہے۔ عالی جناب مکرجی تحریر کرتے ہیں کہ "قانونی عدالت میں بنیادی طور پر کسی مقدمہ کا فیصلہ شہری حقوق کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ اور شہری حقوق کسی صورت سے کسی کے کسی بھی قسم کے جذبات کے تابع نہیں ہوتے جو کہ ملک میں آباد ہوں۔ عدالت لکھتی ہے کہ: "ملک میں آباد ہر شہری کو اپنی طرز پر عبادت کرنے کا حق ہے۔ ہر کوئی اپنے طریقہ کار سے

Presented by www.ziaraat.com

جلوس نکالنے کا مستحق ہے۔ بشرطیکہ اس کے ایسا کرنے سے کسی دوسرے کے شہری مدنی حقوق برباد نہ ہوں۔ صفحہ ۶۴۹ پر معزز عدالت کی وضاحت مرقوم ہے کہ اس قسم کی کارگذاری جو کہ عمومی یا خصوصی انتشار کا سبب ہو وہ غیر قانونی ہوگی۔ عمومی انتشار کی تشریح تعزیرات ہند کی دفعہ 268 میں موجود ہے اور معزز عدالت نے اس دفعہ کا تجزیہ بڑے محتاط انداز میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ: "اس قسم کی دفعات کو عمومی طور پر سنیوں نے اپنی توجہ کا مرکز ٹھہرایا ہے مگر وہ دراصل ان کے حقیقی معنوں سے دور ہٹ گئے ہیں۔ اور ان کا اعتراض عمومی انتشار سے منطبق و موافق نہیں قرار پاتا ہے۔" محترم عدالت صفحہ مذکورہ ہی پر لکھتی ہے کہ: "اس معاملہ پر جو کچھ بھی کہا جائے بہر حال حقیقت یہ ہے کہ مدعیوں کا موقف از خود ایک نئی پیچیدگی اور مشکل پیدا کرتا ہے کیونکہ جب یہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ تب بھی ان کے اختیار کردہ موقف کے مطابق دفعہ 268 تعزیرات ہند اُن ہی کے خلاف جاتی ہے۔ جب ہم اس دفعہ کو غور سے پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی تکلیف دہی یا ناگواری" درحقیقت مذکورہ دفعہ کا مقصد و مطلب نہیں ہے۔ یعنی لوگوں کے مذہبی خیالات یا مختلف نظریات جو دوسروں کے برعکس ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہر مخالف کو دوسرے کا نظریہ برا لگے گا اور اس سے اس کے ذاتی جذبات کو ٹھیس پہنچے گی۔ حالانکہ قانونی شکل اس طرح کی ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ معزز عدالت نے اس طرح کے

Presented by www.ziaraat.com

دل آزاری نوعیت کے مقدمات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مذہبی جذبات کی بنیاد پر پیدا شدہ ناپسندیدگی یا ناگواری یا دل آزاری ہرگز دفعہ 268 تعزیرات ہند کی مراد نہیں ہے۔ اس قسم کے فیصلوں کی اصولی اساس مجموعی طور پر عمومی قوانین ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ہر آدمی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی املاک کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔ بشرطیکہ اس کا طریقۂ استعمال دوسرے شہریوں کے قانونی حقوق کی چھینا جھپٹی نہ کرے۔ چنانچہ اس کی صحیح وسعت و حدود جو اس ملک میں نافذ ہیں کافی حد تک اور تسلی بخش طریقہ کے ساتھ مذکورہ بالا مقدمات کے فیصلوں میں بیان کی جا چکی ہیں۔ جن میں یہ سارا قانون پوری طرح زیر بحث آیا ہے۔ اور مدراس ہائی کورٹ کے تین مقدموں 309/5، 203/6، 376/7 میں اس قانون کے ہر گوشہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ پریوی کونسل کے لائق عزت اراکین نے ان تمام فیصلوں کو مصدقہ قرار دیا ہے جیسا کہ رپورٹ 23ALJ - 179 کا حوالہ گزشتہ بیان میں پیش کیا گیا ہے۔ عدالت عالیہ کے ان معززارکان نے بمبئی کے اس مقدمہ پر بھی اپنا اظہار رائے پیش فرمایا جو موجودہ نظریہ کے برعکس ہے۔ مدراس کے محولہ بالا مقدمات کے فیصلے مکمل طور پر اس مقدمہ زیر سماعت عدالت ہذا کے مدعیان کے حق کی حمایت کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرزمین ہند پر ایسا کوئی قانون موجود نہیں ہے کہ جس کے مطابق سنی مدعا علیہان

Presented by www.ziaraat.com

کو یہ حق دیا جا سکے کہ وہ شیعہ مدعیان کے بارے میں اس شکایت پر کہ مدعیان کے عمل سے ان کے مذہبی احساسات اور سنیوں ناصبیوں کے مذہبی جذبات کو ٹھوکر لگتی ہے اور شیعوں کا یہ طرز عمل مذہبی لحاظ سے اُن کے لئے باعث تکلیف ہے اس لئے ان پر پابندی لگائی جائے۔!

اس سلسلہ میں کافی کچھ کہا جا چکا ہے۔ لہٰذا بیان کردہ فیصلوں کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچی کہ تمام گزرگاہیں عوام کے کسی مکتب فکر کے مذہبی یا سماجی جلوس میونک اور الحانی شعر و فغاں یا کوئی اور طریقہ کار جو بھی رائج ہو جس طرح کہ اس مقدمہ میں مستغیث فریق نے استدعا کئے ہیں کے لئے ممنوع قرار نہیں دی جا سکتی ہیں۔ پبلک گلی یا سڑک اصل میں پبلک ہی کے استعمال کے لئے ہوتی ہے۔ اس طرح کے شارعات (جیسا کہ اوپر بیان کئے گئے ہیں) کی روشنی میں عوام کے ہر طبقہ کو قانونی طور پر یہ برابر کا حق حاصل ہے کہ وہ عام گلی شاہراہ کو ان مخصوص مقاصد کے لئے استعمال کر سکے جو کہ درخواست گزاروں نے مطالبہ کئے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بڑی سنجیدگی سے بحث کی ہے ہم اس کی نوعیت اور وسعت قانون ارضی کے مطالعہ کی مدد سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قانونی نکتہ جو اس میں قابل توجہ ہو سکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جیسے ہم مندرجہ ذیل قانونی تصریحات قائم کر کے اب بیان کرتے ہیں۔ اور ان کا جائزہ ان فیصلوں کی روشنی میں لیتے ہیں جو اس طرح کے معاملات میں عدالتوں نے کئے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

میں ان ہی فیصلوں کو اپنے اس کیس کی بنیاد قرار دینا پسند کرتا ہوں

"شارع عام سے جلوس گزارنا پبلک کا حق ہے"

(۱) پبلک کے ہر طبقے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا مذہبی یا سماجی جلوس اپنی رسم و رواج کے مطابق جن میں موسیقی، تقاریر، نشید[1] جو کچھ بھی وہ اپنے اس مقصد کی بجا آوری کے لئے مناسب خیال کریں کے ساتھ سڑکوں یا گلیوں پر سے گزر سکتے ہیں۔ (بحوالہ نمبر 23، 180، 179 A L J سنہ 1931ء، سنہ 1931ء 357 و 354 : ALJ، ALJ : 624)

کوئی طبقہ جلوس نکالنے پر اعتراض کرنیکا مجاز نہیں ہے

(۲) پبلک کا کوئی بھی دوسرا طبقہ اس طرح کے جلوس نکالنے پر اعتراض کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ چاہے اہل جلوس کی مذہبی یا دیگر تقاریب یا موسیقی یا نشید یا تقاریر جو کچھ بھی اس طرح زیر عمل ہوں اور یہ طرز عمل اعتراض کرنے والوں کے مذہبی عقائد کے برخلاف ہو اور اس سے ان کے مذہبی احساسات کو ٹھیس پہنچتی ہو۔ یا کسی کی دل آزاری ہوتی ہو۔ عوام کے کسی بھی طبقہ کے اس نوعیت کے اعتراضات اس صورت میں قابل توجہ ہو سکتے ہیں جب جلوس، مذہبی مراسم یا موسیقی یا تقاریر عوامی انتشار کا

---

[1] آواز کی بلندی، شعر کے جواب میں شعر، گیت، ترانہ

Presented by www.ziaraat.com

موجب ہوں یا ارضی قانون کے مطابق جرم کی نوعیت رکھتے ہوں۔ یا قانونی حقیقت پر مبنی کسی حقیقی نقصان دہ سبب کے پیدا کرنے کا باعث ہو۔ (بحوالہ 1931، 223 ALJ 179، الٰہ آباد، 181، ALJ 30/354، 431 ALJ 624 صفحہ 639 سے 641)

قانونی تجزیہ کا منطقی نتیجہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ آیا شیعوں کے وہ افعال جن پر کہ فریق مخالف نے اعتراض کیا ہے کیا کسی حقیقی عوامی تکلیف کا باعث ہوتے ہیں؟ وہ زمرۂ جرائم میں شمار ہو سکتے ہیں؟ یا اِن افعال سے مدعا علیہان کے اصلی حقوق فی الواقعہ مجروح ہوتے ہیں؟ ــــ قانونی نقطۂ نگاہ سے تو زیادہ سے زیادہ مستغیث کے افعال کو اگر بالفرض محال جرم تصور بھی کر لیا جائے تو یہ جرم کسی حالت میں بھی قانونِ ارضی کی دفعات میں سے کسی دفعہ کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ بلکہ دفعہ 268 (تکلیف دہی) 153/A سے 295A اور 298 تعزیرات ہند کے تحت فرض کیے جا سکتے ہیں۔ قبل اس کے کہ میں ان دفعات کا تجزیہ کروں کہ آیا یہ دفعات بھی اس قسم و نوعیت کے تنازعات میں لاگو ہوتی ہیں کہ نہیں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان حقائق کو منکشف کروں جو مقدمہ کے شواہد سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ تاکہ صحیح نتیجہ پر پہنچا جا سکے۔ اور دیکھا جائے کہ شیعوں کے جن افعال پر اہل صفائی نے اعتراض کیا ہے ان کی صحیح نوعیت کیا ہے۔ محض مدعا علیہان

Presented by www.ziaraat.com

کے یہ کہہ دینے سے کہ شیعوں کو اپنے جلوس ماتم و نوحہ خوانی و طبل و تاشہ کے ساتھ نکالنے کا حق نہیں ہے۔ بات نہیں بنتی ہے۔ ہاں ان لوگوں کو اصل اعتراض شیعہ کی طرف سے تبرا یہ ہے یعنی قاتلین حسینؑ کی بد تعریفی کرنا یا ان کے تین خلفاء کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کرنا اور یہ بات ہر صحیح الدماغ شخص کے نزدیک ایک اہم نکتہ ہے جو کہ فیصلہ طلب ہے۔ حاضرکیس کے بارے میں اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ معاملہ آسان نہیں ہے۔

تبرّہ اور بے زاری

میں اس سے قبل اسلامی تاریخ کے ابتدائی زمانے کی تفصیلات بیان کر چکا ہوں اور بتا چکا ہوں کہ کن تاریخی سانحہ جات اور بنیادی اختلافات نے شیعہ و سُنّی یا ناصبی فرقوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ چنانچہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ شیعہ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ پہلے تین خلیفے ابو بکر، عمر، اور عثمان بلا استحقاق مسند خلافت پر متمکن ہوئے جبکہ خلافت کا اگر کوئی صحیح حقدار ہے تو وہ علی بن ابیطالب کی ذات تھی۔ اہل تشیع کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے تینوں خلیفے علیؑ، اولاد علیؑ اور اہلبیت رسول ﷺ کے حریف تھے اور یہ کہ اُن کے عہد حکومت میں یہ پالیسی اختیار کی گئی کہ اہل بیت نبیؐ کے حقوق کو دبایا جائے (حقیقی وارث تخت) علیؑ کو شدائد میں مبتلا رکھا

Presented by www.ziaraat.com

جائے چنانچہ اسی پالیسی کے نتیجے میں کربلا کا المناک واقعہ پیش آیا۔ لہٰذا اس راسخ نظریہ کے باعث شیعہ ان تینوں حضرات کو ناپسند کرتے ہیں۔ ان سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اپنا اصلی دشمن سمجھتے ہیں اس لئے وہ ان سے برائت کرتے ہیں یہ بات اسلامی تاریخ میں ہر طرح کے شک و شبہ سے پاک ہے کہ حسینؑ ایک ممتاز ترین شخصیت تھے مسلم عقیدہ کے مطابق بہت بڑے ہیرو تھے، ہو سکتا ہے وہ میدان سیاست کے شہسوار نہ ہوں یا سرکاری لحاظ سے شکست خوردہ ہوں۔ ان کا صائب الرائے نہ ہونا یا فیصلہ کرنے میں خطا کر جانا اور ان میں ظاہری قابلیت کا فقدان ہونا بھی بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ایک فرانسیسی مصنف مسٹر مادلنس ایچ لامنس نے ان خامیوں کو ان سے منسوب کر کے لکھا ہے۔ اور ان پر ایسے الزامات و اتہامات وارد کئے ہیں مثلاً یہ کہ وہ ضرورت سے زیادہ سیدھا سادہ شخص تھا اور ان میں سیاسی چالاکی وہوشیاری نہیں تھی وغیرہ جس طرح کہ بعض مورخین نے بیان کیا ہے لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ امام حسینؑ مسلمانوں کی تاریخ میں متفقہ طور پر ایک مقدس ترین بزرگ اور بہت بڑے روحانی ہیرو مانے گئے ہیں۔ اور اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ وہ پیغمبرؐ کے نواسہ اور آنحضرتؐ کے چہیتے اور آپ کو بہت زیادہ محبوب تھے اور ان ہی سے رسولؐ کا شجرۂ نسل جاری ہوا۔ اُن کو ایسے حالات میں شہید کیا گیا کہ جن کا بیان سنکر پتھر سے پتھر دل

Presented by www.ziaraat.com

موم کی مانند پگھل جاتا ہے اور کربلا کی المناک کہانی دردناک قصہ سب کو غم و حزن میں مبتلا کر دیتا ہے۔ شیعہ عقائد میں سے یہ ایک نمایاں عقیدہ ہے کہ حسینؑ خلیفہ برحق تھے۔ وہ اپنے پدر بزرگوار علیؑ کے جانشین اپنے برادر عالی قدر کے ولیعہد تھے۔ جبکہ معاویہ بن ابوسفیان ایک باغی و غاصب حکمران تھا جس نے غیر منصفانہ طریقہ سے بدعہدی کر کے اپنے بیٹے یزید بن معاویہ کو بادشاہ بنا دیا۔ اس کے حامیوں نے اسلام اور اہل بیتؑ رسولؐ اسلام کے ساتھ بے انصافی کی۔ شیعوں کے بیان کردہ نظریات معتبر ترین تاریخی حقائق سے سچے ثابت ہوتے ہیں۔ اس بات میں تو رتی برابر شبہ نہیں ہے کہ معاویہ جو کہ محمدؐ اور ان کے اسلام کے بدترین دشمن ابوسفیان کا بیٹا تھا اور پھر اس کا بیٹا یزید بن معاویہ ہمیشہ ہی پیغمبرؐ اسلام اور آپؐ کے مشن کے خلاف رہے۔ ان لوگوں نے چند مصلحتوں کی خاطر پیغمبرؐ کے دین اور آپؐ کے اقتدار کی مضبوطی کو دیکھتے ہوئے کلمۂ اسلام پڑھا۔ چنانچہ اس بات کا اظہار وہ آزادانہ طریقے اور کھلے الفاظ میں خود کیا کرتے تھے یزید اور معاویہ کا کردار، ان لوگوں کے سیاہ کارنامے تاریخ اسلام کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں ــ اور قتل حسینؑ ــ تو بلاشک و شبہ ان کی دلوں کو چکنا چور کر دینے والا ان کا وحشیانہ قدم ہے۔ معاویہ وہ شخص تھا کہ جس نے خلیفہ اول ابوبکر کے بیٹے محمدؒ کو گدھے کی کھال میں بند کر کے زندہ جلا دیا تھا۔ معاویہ وہ منافق آدمی تھا جس نے حضرت عائشہؓ کو اپنے

Presented by www.ziaraat.com

ہاں کھانے کی دعوت پر بلوایا۔ ایک گہرے گڑھے کے اوپر کرسی
رکھ کر ان کو اس پر بٹھایا جسے نیچے سے کھینچ لیا گیا اور بی بی صاحبہ
کو ہلاک کر دیا۔ صرف اس معمولی وجہ پر کہ بی بی عائشہ نے معاویہ
کے بیٹے یزید کی نامزدگی پر اعتراض کیا تھا اور اس کی مخالفت
فرمائی تھی۔ ان حقائق کی روشنی میں اور تاریخی مواد کی موجودگی
میں اس نتیجہ پر پہنچ جانا فطری امر ہے کہ معاویہ، یزید اور قاتلان
حسینؑ انتہائی گرے ہوئے آدمی تھے چنانچہ میرا بیان کہ وہ
یہی نظریہ شیعہ ان لوگوں کے بارے میں رکھتے ہیں۔ شیعہ اس
اس نظریہ پر ماضی میں کئی صدیوں سے چلے آ رہے ہیں ان کی نفرت
جو سینکڑوں سال پرانی ہے آج صدیوں بعد کسی کے لئے دل آزاری
نہیں بن سکتی ہے شیعوں کے نزدیک یزید "قتل حسین" کا
پہلا مجرم ہے اور پہلے تین خلیفے اصل اصول کے لحاظ سے اس
ناگہاں جگر پاش واقعہ کے معاون ہیں۔ چنانچہ شیعہ جو اپنے تعزیہ
کے جلوس نکالتے ہیں ان میں روتے ہیں، سینہ زنی کرتے ہیں
پیٹتے ہیں۔ یہ رواج ایران و ہندوستان میں باقاعدگی کے ساتھ
سولھویں صدی سے جاری ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کتاب "گولڈن
ڈیڈز آف امام حسین صہ ۱ اور صہ ۲۔ یہ ایک تاریخی معاملہ ہے
کہ اس سے کچھ لوگ انکار بھی کر سکتے ہیں مگر اس کے ساتھ یہ
ایک عام تجربہ و مشاہدہ بھی ہے یہ جانی پہچانی حقیقت ہے اور
ہم میں موجود ضعیف العمر لوگوں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ تعزیہ
داری۔ آہ و زاری، ماتم داری کے جلوس شروع ہی سے برآمد

Presented by www.ziaraat.com

ہوتے آرہے ہیں اور ہم بچپن ہی سے شیعوں کو ان رسومات کو بجا لاتے ہوئے دیکھتے چلے آرہے ہیں تعزیہ اس کے سوا کیا ہے؟ کہ شہدائے کربلا کی مزارات کی شبیہ ہے۔ مرثیے میں روتے پیٹتے ہوئے واقعات کربلا کے حالات کی نظمیں پڑھی جاتی ہیں جن میں مختلف قسم کے ایسے دل سوز، جگر خراش اور ہمدردی خواہ واقعے بیان کئے جاتے ہیں جن میں اُن حالات کی تفصیل ہوتی ہے کہ حسینؑ اور ان کے بہتر ساتھیوں کو یزید کی کثیر التعداد فوج نے کس طرح طرح عالم بے کسی میں موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ شیعہ لوگ ننگے پاؤں، برہنہ سر اپنے سینوں کو پیٹتے ہوئے اپنے اس ہیرو کے غم میں شدت کے ساتھ مبتلا ہو کر جلوس کی شکل میں سڑکوں اور بازاروں میں آجاتے ہیں۔ کیا ہم میں سے کوئی ایک بھی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ شیعہ لوگ یہ سارا کچھ محض ایک ڈرامہ کھیل رہے ہیں؟

رسوماتِ عزاداری کھیل تماشہ نہیں ہے

چاہیے کہ ان کا مقصد سُنّیوں یا ناصبیوں کے احساسات کو مجروح کرنا یا ان کے جذبات کو ٹھیس لگانا یا کسی کی دل آزاری کرنا یا کسی کو چڑانا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کوئی شخص بھی اس بات پر یقین نہ کرے گا۔۔۔ شیعہ اپنا جلوس لے جاتے وقت روتے ہیں ان کے ساتھ شبیہیں اور مقدس نشانات علم وغیرہ ہوتے ہیں وہ مصیبت کے حالات کی کہانی،

Presented by www.ziaraat.com

اس سانحہ کے اسباب اور المناک حادثات کی روئیداد بیان کرتے ہیں۔ یہ شیعہ تاریخ کا دردناک باب ہے۔ جس کا منطقی نتیجہ محض یہ ہے کہ یہ سب کچھ صرف حسینؑ کے قاتلوں کی اور ان پر ڈھائے گئے ظلم کی مذمت کا اظہار کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ جو ظلم سے بھرپور اس حادثہ کے ذمہ دار ہیں، ان کے خلاف احتجاج ہے اور یہ ناممکن ہے کہ ان آدمیوں کی مذمت اور ظالموں سے نفرین کے بغیر شہادت امام حسینؑ کی یادگار منائی جاسکے۔ کیونکہ اس کے بغیر احتجاج کا مقصد مکمل طور پر غیر موثر رہ جاتا ہے۔ کسی ڈرامہ کی تصویر اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ اس کی کہانی کے واقعات کو مناسب طریقہ کے ساتھ اس کے اصلی رنگوں میں پیش نہ کر دیا جائے۔ آپ قتل حسینؑ کے واقعہ کی یادگار اس کے بغیر کیسے منا سکتے ہیں جب تک کہ آپ ان آدمیوں کے کرداروں کو واضح نہ کریں جنھوں نے کہ ان کے قتل میں حصہ لیا نیز یہ نہ بتائیں کہ وہ مجرم کس خصلت کے آدمی تھے؟ اور یہ کہ وہ لوگ قابل نفرت تھے یا نہیں۔

قاتلین حسینؑ کی مذمت

الغرض یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شیعوں کا یہ شعار کہ وہ قاتلان حسینؑ کی مذمت کرتے ہیں اور ان کے فعل بد پر ان کو برا کہتے ہیں تو ان کے ایسا کرنے سے تین خلیفوں پر زد تنقید پڑتی ہے۔ شیعہ عقائد کی گہری جڑیں

Presented by www.ziaraat.com

اور ان کے ایمان کی مستحکم بنیاد جو کہ صدیوں پرانی روایات سے ثابت ہے معترضین کے موقف کے برعکس ہیں کسی پر لعن طعن کرنا اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے کہ ایک حقیقت کے لئے تاثرات کا اظہار ہے کہ خدا اس قماش کے لوگوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے۔ یہ غیر مخفی بارگاہ ربانی میں ایک دعا ہے کہ وہ ذات عادل ایسے ظالموں کو قرار واقعی سزا دے۔ چنانچہ لعنت کرنے میں قاتلان حسینؑ یا تین خلفاء کو اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاتا اس کے ہوا شیعوں کے لئے اور کونسی پرامن راہ ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے ان تاریخی زخموں کے خلاف جو کہ ان کے بزرگوں پر بڑی کمینگی اور ناانصافی سے لگائے گئے کہ وہ اپنے پروردگار کے حضور میں روز آخرت کا انصاف طلب کریں۔ چنانچہ یہ ایک الگ حقیقت ہے کہ کچھ لوگ اس بات کو پسند نہیں کرتے جو شیعہ کہتے ہیں۔ درآنحالیکہ یہ شیعوں کا حق ہے جیسا کہ میں وضاحت کے ساتھ پہلے بیان کر چکا ہوں۔ علیٰ ھٰذا میں ان لوگوں میں کا ایک شخص ہوں جو اس نظریہ کی مخالفت کرتا ہوں کہ "اللہ کی بارگاہ میں استدعا کرنا کہ وہ ایسے برے لوگوں سے اپنی اچھی رحمت کو دور رکھے"، کو ناپسند کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی سزا تو نہیں ہے۔ اور پھر یہ کہ ایسا ناممکن ہے کہ یہ یقین ہو کہ خدا لازمی طور پر یہ بددعا منظور کریگا جو کہ شیعہ کرتے ہیں۔ یا یہ کہ پیغمبرؐ خود روز قیامت اپنے اثر و رسوخ کو استعمال میں لا کر اس معاملہ میں دخل اندازی کریں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

المختصر مجھے ایسی کوئی مضبوط بنیاد دستیاب نہیں ہوتی جس کی بنا پر سُنّی یا ناصبی محض ایک تخیلاتی امر یا دعا گوئی کے باعث اپنی طرف سے کوئی مذہبی اعتراض وضع کر سکیں۔ جہاں تک دیگر سُنّیوں کے اعتراضات کا تعلق ہے جو کہ انہوں نے اپنے تحریری بیانات میں لکھے ہیں جنھیں میں گزشتہ صفحات میں دُہرا چکا ہوں انھیں نکتہ وار ایک ایک کر کے میزان جائزہ پر

جانچیں

لعن و طعن

(۱) سُنّیوں کی پہلی شکایت یہ ہے کہ شیعہ جلوس لے جاتے وقت خفیہ طور پر تین خلیفوں پر لعنت کرتے ہیں جو کہ غیر قانونی ہے اور اس بات کی ان کو اجازت نہ ہونا چاہیئے ـــــ یہ سنّیوں کا خود اپنا اقرار ہے کہ یہ کام شیعہ پوشیدہ طور پر کرتے ہیں اس طرح کہ اُن کی آواز ڈھولوں کی آواز کے شور میں گم ہو جاتی ہے اس طرح وہ سارے راستے تمام دُنیا میں حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت کرتے ہیں اور سنّیوں کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ شیعوں کو تین خلفاء پر شارع عام قابل سماعت لعن کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ میرے خیال میں یہ اعتراض بالکل غیر سنجیدہ ہے کیونکہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہر وہ بات کہے جو اُس کے حصّہ میں آئے خواہ دوسرے لوگ اس کو سن رہے ہوں۔ اس بحث کے لئے نکتہ بالکل صاف ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ جس طرح اُدھر بیان کیا گیا کہ شیعہ کو استحقاق پہنچتا ہے کہ وہ تین خلیفوں

Presented by www.ziaraat.com

سے بے زاری اختیار کریں کیونکہ اُن کے پُرخلوص اور جانے پہچانے
مذہبی عقیدے کی رُو سے وہ اسی قابل ہیں۔ لہٰذا سُنیوں
اور ناصبیوں کو اُن پر اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں
جبکہ نہ ہی اس طرزِ عمل سے ان کی کوئی مذہبی دل آزاری
ہوتی ہے نہ ان کے جذبات کو ٹھیس لگ سکتی ہے۔ علیٰ
ھٰذا القیاس عام گزرگاہوں اور پبلک شاہراہوں پر اونچی
آوازیں میں خلیفوں پر شیعوں کا لعن کرنا (قانوناً) جائز
ہے۔ انھیں اس بات کا حق حاصل ہے (جبکہ یہ مطالبہ نہیں کیا گیا ہے
نہ ہی یہ توضیح

عذر رشتہ داری پیغمبرؐ

کہ قاتلوں میں
سے کچھ لوگ حضرت علیؑ یا حضرت رسول خداؐ کے رشتہ دار تھے
یا یہ کہ وہ بھی کلمہ گو مسلمان تھے تو یہ اس کی بنیاد نہیں بنتی
کہ ان پر لعنت نہ کی جائے جبکہ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ قتل حسینؑ میں
ملوث تھے اور واقعی مجرم تھے۔ اس طرح تو ابوسفیان اور معاویہ
بھی رسولؐ کے[1] دُور سے رشتہ دار ہوتے ہیں کیونکہ یہ سب عرب
کے ایک ہی قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر اس قرابتداری
کے باوجود ان لوگوں نے ساری زندگی اسلام اور پیغمبرِ اسلام
کو تباہ و برباد کرنے کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ کیا ہم یہ کہہ سکتے
ہیں کہ رشتہ داری کی اس حقیقت کے سہارے ان کی مخالفانہ

۱۔ سسرالی رشتہ قریبی تھا کہ ابوسفیان حضورؐ کا سسر اور معاویہ سالا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

کارروائیوں کی مذمت نہ کی جائے۔ ؟

ناصبی طبقہ

(۳) اس قصبہ میں ناصبی آبادی کا وجود مشکوک ہے۔ میرا فہم ہے کہ ناصبیوں کے وجود کا مسئلہ اس وجہ سے وضع کیا گیا ہے کہ جہاں تک مذہب سُنّیہ کا تعلق ہے اس کی رُو سے شاید ہی کوئی مذہبی جواز یا قانونی اساس ایسی ہو جس کی بنا پر شہدائے کربلا کے قاتلوں پر لعنت کرنے پر اعتراض کرنے کا عذر تلاش کیا جا سکے۔ واضح رہے کہ مقدمہ ھٰذا میں شیعوں نے تین خلیفوں پر لعنت کرنے کی اجازت طلب نہیں کی ہے (کہ جس پر بحث ہو) لہٰذا اس معاملہ میں شیعہ کے خلاف کوئی ممانعت وارد نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ قاتلان حسین پر لعنت کریں کیونکہ خلفاء مذکورین کا اس میں کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔ رہ گیا سُنّیوں کے خدشے کا تعلق تو سُنّی حضرات اس سے محفوظ و بے خطر ہیں۔

تحریری بیان میں سُنّی فریق نے یہ بات بالوضاحت بیان نہیں کی ہے کہ جو نیور کے علاقہ میں کوئی ایسا طبقہ موجود ہے جو کہ ناصبی کہلواتا ہو اور وہ معاویہ و یزید کو اپنا مذہبی پیشوا مانتا ہو۔ انھوں نے صرف اشارۃً فرض کیا ہے کہ جو نیور میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یزید اور دیگر قاتلین حسینؑ کو اپنے دینی بزرگ قرار دیتا ہے اور یہی مفروضہ ان کے زعم میں نقص امن کے خدشہ کا سبب ٹھہرا ہے۔ اس ضمن

Presented by www.ziaraat.com

میں صرف ایک گواہ عبدالعزیز نامی پیش کیا گیا ہے جس نے خود
کو شیعہ بنی اُمیہ سے متصف کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کی
جماعت کے دشمن یعنی شیعہ (امامیہ) ان کو ناصبی کہتے ہیں۔
عبدالعزیز یہ کہتا ہے کہ وہ یزید کو اپنا امام اور خلیفہ
مانتا ہے اور دیگر قاتلین حسین اور یزید کے مددگاروں کو غازی
مجاہد اور انصار تسلیم کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر ان سات
اشخاص پر کہ جن کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے یا ان میں سے کسی
ایک شخص پر بھی لعنت کی جاتی ہے تو اس کے اور اس کے
ہمنواؤں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور اس سے
اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ گواہ مذکور کا دعویٰ ہے کہ جونپور میں
اس کے ہم خیالوں کی تعداد ایک ہزار سے بارہ سو تک موجود
ہے۔ یہ شخص ایک مدرسہ میں بیس روپئے ماہوار کا معمولی ملازم
ہے۔ اور یہ چندہ جمع کرنے کا کام کرتا ہے۔ یہ اس سے پہلے
اہل سنت کے زیر انتظام ایک یتیم خانہ میں دس روپئے ماہانہ
تنخواہ پر ملازم رہا ہے۔ یہ گواہ کوئی معتبر شہادت یا کوئی کتابی
معتبر ثبوت نقلی پیش نہیں کر سکا ہے جس سے اس کا عقیدہ
اس ہی کی جماعت یا طبقہ سے ثابت ہو سکے۔ بعض دوسرے
گواہوں نے بھی جونپور میں ناصبیوں کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے
چنانچہ اس گروہ کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ رسم تبرا بازی
جونپور میں کافی برسوں سے جاری ہے اور ماضی کے اس طویل
عرصہ میں کبھی کسی ایک بھی ناصبی نے شیعوں کے خلاف یہ شکایت

Presented by www.ziaraat.com

متعلقہ حکام بالا تک نہیں پہنچائی ہے کہ اس رسم کو بند کیا جائے۔
یہ سب قضیہ آج ہمارے نجی زیر سماعت ہے کہ کچھ شیعان بنی امیہ نے امامیہ شیعوں کے خلاف یہ مطالبہ اٹھایا ہے کہ اُن کو یہ اجازت مرحمت کی جائے کہ وہ ایسا جلوس برآمد کر سکیں جس میں امام حسینؑ کے قاتلوں کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی کی جا سکے۔ صرف ایک سال پہلے گواہ عبدالعزیز کو اس کا احساس ہوا ہے اور اس نے ایسا جلوس نکالنے کا خیال سوچا ہے۔
چنانچہ ان تمام اُمور نے مجھے اس نتیجے پر پہنچایا ہے کہ جونپور میں ناصبی کے وجود کا موقف اور ایسے طبقہ کی موجودگی کہ جو یزید اور اس کے ساتھی قاتلین حسینؑ کو اپنا رہبر مانتا ہو ناقابل یقین بات ہے۔ چنانچہ میں محققانہ بنیاد پر اس بات کو مسترد کرتا ہوں کہ جونپور میں نواصب یا اس طرز کے عقائد کی حامل کوئی جماعت وجود پذیر ہو۔ بالفرض محال اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جونپور میں ایسے لوگ رہائش پذیر ہیں جو کہ یزید کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور قاتلین حسینؑ پر لعنت کرنے سے ان کے مذہبی احساسات مجروح ہوتے ہیں تو میری رائے میں شہری قانون کے اصول کی روشنی میں معترضین کے اس قسم کے اعتراض کی کوئی اہمیت یا وقعت نہیں ہو سکتی ہے۔ اور ان لوگوں کو اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی ہے کہ وہ شیعوں کے مسلمہ قانونی حقوق

۱؎ یہ ہندوستان میں ۱۹۳۵ء کی بات ہے اب انکا وجود پاکستان میں ملتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

میں مداخلت کریں۔ میں نے مدعا علیہان کے اس شہادتی بیان کا بغور مطالعہ کیا ہے جو اس موضوع سے متعلق ہے۔ ان کا پورا موقف اور شہادتیں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شیعوں نے جن قانونی حقوق کا مطالبہ کیا ہے ان کو پورا کرنے سے ان کی دل آزاری ہوگی جس سے نقص امن کا اندیشہ ہے اور اسی بنیاد پر سنی چاہتے ہیں کہ شیعہ مدعیان کے مطالبوں کو رد کر دیا جائے ان کو اس کا خیال نہیں ہے کہ اس صورت میں اہل شیعہ کے حقیقی قانونی حقوق پر آنچ آتی ہے۔ پھر مدعا علیہان اپنے موقف کے سلسلہ میں یہ یقین بھی ظاہر نہ کر سکے کہ شیعہ طرز عمل سے اُن کے اپنے حقوق پر کیا ضعف ہوتا ہے نیز یہ کہ سنی اس بات کو بھی واضح نہ کر سکے کہ ان کو کیا حقیقی نقصان پہنچتا ہے اور اس مضرت کا ثبوت فراہم کرنے سے قاصر ہے۔ حقیقی نقصان سے قانونی مراد یہ ہے کہ اصلی، واضح و قطعی ایسا عملی نقصان جو ارضی قانونی حق کو محسوس ہو۔ جو نظریاتی، جذباتی یا مذہبی حق نہیں ہے۔ جیسا کہ میں بیان صدر میں اس نکتہ پر سیر حاصل روشنی ڈال چکا ہوں اور اپنی بات کو دو عدالتی فیصلوں کی تقویت سے مستحکم کر چکا ہوں۔
پس مدعا علیہان کے موقف کو اس نکتہ کی رو سے سمجھنا کامی ہوتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

کیا عزاداری خلاف اسلام ہے
اور مذہب شیعہ میں عزائے حسینؑ حرام ہے؟

(۴) اعتراضات کی چوتھی اور آخری شق تعزیہ داری ہے جس میں تمام مراسم عزاداری شامل ہیں یعنی ماتم و سینہ زنی رونا آہ و بکا کرنا، ترنم و موسیقی وغیرہ۔ جن چیزوں کو نہ صرف خلاف اسلام قرار دیا گیا ہے بلکہ مذہب شیعہ کے اعتبار سے بھی ناجائز بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شیعوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان ممنوعہ مراسم کو بجالائیں۔ مگر میں پہلے ہی اس بات کی وضاحت کر چکا ہوں کہ عام طور پر شیعہ اپنے اس عقیدہ میں بڑے حقیقت پسندانہ واقع ہوتے ہیں جس کے تحت انھوں نے درخواست گزاری کی ہے یعنی عزاداری ان کے مذہبی نظریات کا اٹوٹ انگ ہے کسی سول کورٹ کے فیصلہ کرنے کے مقاصد کے لئے یہی امر کافی ہے کہ مدعی فریق ایک حقیقت پسندانہ عقیدہ کے حامل ہیں مجھے اس بات کا فیصلہ نہیں کرنا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط۔ اور یہ بات غیر اہم ہے کہ یہ عقیدہ اسلامی نظریات کے برعکس ہے یا مذہب شیعہ کی تعلیم کے خلاف ہے۔

شیعہ کتب کے حوالے

قبل اس کے ہم تنازعہ کے اس پہلو پر گفتگو کو اتمام پذیر کریں میں

چند معتبر و معتبر حوالہ جات پیش کرنا پسند کرتا ہوں جو کہ باعث میری تشفی ہوئی کہ شیعہ عقائد مذہبی اس معاملہ میں مباحثہ کرنے والے اپنے حق میں کافی اور مفید مواد رکھتے ہیں جس سے ہم بآسانی اخذ کر سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں ان کے عقائد و نظریات حقیقت پسندانہ و دیانتدارانہ ہیں اور ممتاز مذہبی مقام کے حامل ہیں۔

امام رضاؑ نے فرمایا "جو شخص جو کی شراب اور شطرنج کو دیکھ کر امام حسینؑ کو یاد کرتا ہے اور یزید اور اس کے پیروکاروں کو بد دعا دیتا ہے تو اللہ اس کے گناہ معاف کر دے گا چاہے وہ گناہ اتنے ہوں جتنے ستارے ہیں"!

(بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۴)

ریان بن شبیب کی ایک اور مروی حدیث ہے کہ اس میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی جنت میں جانے کا متمنی ہو تو اسے چاہیئے کہ حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت بھیجے۔

(کتاب مذکورہ صفحہ ۱۰۲)

اسی سلسلہ کی ابو عبداللہ سے ایک اور روایت جو اسی صفحہ پر ہے ہم اسی مصنف (علامہ مجلسی آ) کی روایات میں یہ بھی پاتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا "اللہ! حسینؑ کے قاتلوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے اور ان کے دوستوں اور مددگاروں کو بھی نیز ان کو بھی جو ان ملعونوں کے لئے بد دعا نہیں کرتے۔ بغیر کسی اچھی وجہ کے"!! ہمیں شیعوں کی ایک معتبر کتاب میں

Presented by www.ziaraat.com

یہ ملتا ہے کہ "حسین ابن علیؑ کربلا میں سنان بن انس کے نشانہ سے مارے گئے"، اللہ ان لوگوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے۔ اور خدا، رسولؐ خدا اور امام پر اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوتا ہے جبتک کہ ہمارے دشمنوں سے ناراضگی و بیزاری اختیار نہ کی جائے۔ ہمارا ایمان ہے کہ نبی و امام کے قاتل بے ایمان ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل کئے جائینگے۔
(اعتقادیہ شیخ صدوقؒ)

ایک اور روایت بھی ہے جو مصیر الجنان میں جعفر بن محمد بن نما نے لکھی ہے کہ مرض الموت کے زمانہ میں جب آنحضرتؐ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو آپؐ نے امام حسینؑ کو اپنے سینہ مبارک سے چمٹا لیا اور فرمایا مجھے یزید سے کیا برتاؤ کرنا چاہیئے؟ اللہ اس کو برکت نہ دے۔ اے خداوندا! یزید کو اپنی رحمت سے دور رکھ۔ حضورؐ اشکبار تھے اور فرما رہے تھے کہ ہاں میں اور حسینؑ کے قاتلین روز قیامت خدا کے حضور آمنے سامنے ہوں گے۔" اگلی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرے خدا تو اس حسینؑ کے قاتلوں اور ان لوگوں کو جو ان کے دوست ہوں اور ان کے اس عمل پر رضامند اور خوش ہوں اور اس فعل کو سنکر قاتلوں کی حمایت کرتے ہوں ان سب کو اپنی رحمت سے دور رکھ" (زاد المعاد صفحہ ۱۶۳) اسی کتاب کے صفحہ ۵۹۲ پر اسی مضمون کی اور روایت بھی مرقوم ہے۔

ان حوالہ جات اور اس قسم کے دیگر مواد سے ثابت ہوتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

کہ یزید اور حسینؑ کے دیگر قاتلوں پر لعنت کرنا شیعہ اکابرین کے نزدیک از روئے حدیث جائز و متفق ہے۔

"ہر جزع و فزع ممنوع ہے سوائے عزائے حسینؑ کے"
(من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۱۷۹)

بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۰ پر امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس میں محرم کا سوگ منانا۔ رونا پیٹنا اور عزاداری سید الشہداء بجالانا جائز ثابت ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ پر روایت کیا گیا ہے کہ جب امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو مولود کو حضورؐ کی گود میں دیا گیا۔ پیغمبرؐ اس وقت روئے اور اسماء سے فرمایا کہ ہم ایک المناک خبر سناتے ہیں۔ اور کہا یہ بچہ قتل کیا جائے گا۔ اور فرمایا اللہ اس کے قاتلوں پر لعنت کرے۔ حضورؐ کا ارشاد گرامی یوں ہے کہ میں اپنے اس فرزند (حسینؑ) پر اشکبار ہوں کہ اس کو اسلام کے باغی کافروں کا ایک گروہ قتل کر دے گا۔ جو بنی امیہ میں سے ہوگا۔ روز قیامت میں ان ملعونوں کی ہرگز شفاعت نہ کروں گا۔ اے اللہ محبوب رکھ ان دونوں (حسنینؑ) کو اور ان کو بھی جو ان دونوں سے محبت رکھیں۔ لعنت کر ان پر جو ان دونوں سے دشمنی رکھیں۔ چاہے وہ زندہ ہوں یا مر گئے ہوں۔

کتاب ذخیرۃ المعاد میں صفحہ ۶۳۵ پر مرقوم ہے کہ امام حسینؑ کی عزاداری جائز ہے جس میں رونا پیٹنا، ماتم کرنا دف بجانا، سر پیٹنا یا دیگر آلات موسیقی سے سوگ منانا شامل

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ علاوہ ازیں شیعہ کی کتب اربعہ کی کتاب من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۵۷ پر بھی اس مضمون کی روایت موجود ہے۔ مزید برآں روضۃ الصفا کے صفحہ ۹۷ پر حدیث منقول ہے کہ احد کے موقع پر شہادت حمزہؓ پر حضورؐ نے خواہش فرمائی کہ خواتین مدینہ جناب حمزہؓ پر ماتم داری و نوحہ خوانی کریں چنانچہ انھوں نے رات گئے تک عزاداری کی جسے آنحضرتؐ نے پسند فرمایا حتیٰ کہ ان عورتوں کو دعائے خیر سے نوازتے ہوئے فرمایا "اللہ تمھیں خوش رکھے۔ تمہاری اولادوں اور آئندہ نسلوں کو بھی راضی رکھے"۔

یزید ملعون ہے

تذکرۃ الخواص الامہ کے صفحہ ۱۵۴ پر لکھا ہے کہ حسینؑ اسلام کی راہ حق میں شہید ہیں اور اس کتاب کے صفحہ ۱۶۲ پر تحریر کیا گیا ہے کہ مستند و معتبر طور پر یزید مردود اور ملعون ہے اور یہ کہ یزید اور دیگر قاتلین حسینؑ لعنت کے قرار واقعی مستحق ہیں۔ میں اس سلسلہ میں یہاں پیغمبرؐ کی مشہور و معروف حدیث کا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ جس میں کہا گیا ہے کہ جہاد قسطنطنیہ میں شریک تمام لوگ مغفور ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ یزید بھی اس مہم میں شریک تھا لہٰذا یزید پر لعنت کرنا اس حدیث رسولؐ کے منافی عمل ہے اور شعار اسلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس پر لعن کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی مغفرت نہ ہو۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۶۲ پر یہ بھی ہے کہ قول رسولؐ مرقوم

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ جو کوئی اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے اس پر خدا کی فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو گی۔ اس کا روز قیامت کوئی عمل قبول نہ ہو گا۔ چنانچہ اس مقام پر صاحب کتاب (سبط ابن جوزی علامہ اہل سنت والجماعت) نے اس قول کو بخاری شریف کی حدیث مغفور سے متصل کر کے کہا ہے کہ اس ارشاد نبوی کے مطابق ہر وہ شخص جو مدینہ کی حرمت کو برباد کریگا جہنم میں جائے گا۔ ابن جوزی نے اس حدیث مغفور کو حضرت ابو ایوب انصاری کی شان میں بیان کیا ہے اور یزید سے اس کے تعلق کو مسترد کر دیا ہے۔ کتاب تذکرۃ الخواص الامۃ سنی مکتب فکر کی ہے اور مذکورہ حدیث حرمت مدینہ کے بارے میں تمام مسلمان متفق ہیں کہ یزید نے مدینہ پر چڑھائی کر کے وہاں کے باشندوں میں تباہی مچا دی۔ لہذا حدیث نبوی کے مطابق یزید جہنمی قرار پایا۔ اس نص کے اعتبار سے اگر شیعہ لوگ یزید پر لعنت کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں جو کہ اس مقدمہ زیر سماعت میں باعث نزاع ہے تو میری صوابدید کے مطابق وہ اپنے موقف پر حق بجانب ہیں۔

شیعہ گواہ ۵

مدعیان نے اپنے حق میں کل پانچ گواہیاں پیش کی ہیں۔ پہلے گواہ عبدالغفور ہیں۔ جو ایک مذہبی خطیب ہیں۔ انھوں نے شیعہ و سنی دونوں مکتبوں کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ تائید کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں مدعی موقف کا ہر گوشہ مذہب اسلام کے عین مطابق

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ گواہ موصوف نے اپنے بیان شہادت کے صلا پر پرزور الفاظ میں وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ مسلم دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو کہ حسین علیہ السلام کو قتل کرنے والوں کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا ہو۔

دوسرے گواہ طالب حسین ایک ممتاز زمیندار ہیں جو حکومت کو سالانہ سات آٹھ سو روپیہ آبیانہ ادا کرتے ہیں۔ یہ شیعہ مسلک رکھتے ہیں اور گواہ اول کی تائید کرتے ہیں اپنے شہادتی بیان کے صلا پر لکھتے ہیں کہ جو بورہیں شیعان بنی امیہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔

تیسرے گواہ سید فضل علی ہیں جو مذاہب اسلامیہ میں خاصی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں انھوں نے بھی مدعیان کی موافقت میں گواہی دیکر ان کے موقف کو تقویت پہنچائی ہے۔

چوتھے گواہ فصاحت حسین ہیں جو کہ ۲۸۷ روپئے انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ انھوں نے بھی مدعیان کی حمایت کی ہے۔

پانچویں اور آخری گواہ مظفر حسین ہیں یہ شیعوں کی بارسوخ شخصیت ہیں۔ انھوں نے مختلف کتب کے حوالوں سے مدلل اثبات کے ساتھ مدعیان کے عقائد کو سچا ثابت کیا ہے۔

یہ سب گواہ مذہبی طور پر شیعہ ہیں جبکہ مدعا علیہان کے تمام شہادتی سنی مسلک کے پیروکار ہیں۔ مدعیان کی زبانی گواہی کا وزن جہاں تک میرے ذہن نے محسوس کیا مقابلتہً مدعا علیہان کی شہادت سے بھاری ہے شیعوں کی طرف سے پیش ہونے

Presented by www.ziaraat.com

والے اکثر گواہان اعلیٰ حیثیتوں کے حامل افراد ہیں۔

سُنی گواہ فریق مخالف کی جانب سے کُل آٹھ گواہ آئے کہ پہلے ایوب صدیقی، ایک سُنی عالم ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ نام لے کر کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جونپور میں کچھ ناصبی لوگ آباد ہیں۔ انھوں نے مزید کہا ہے کہ تعزیہ کا جلوس اور عزاداری سے متعلق دیگر مراسم سب کی سب شیعہ مذہب کے اعتبار سے ممنوع و حرام ہیں۔ انھوں نے تسلیم کیا کہ تمام قاتلانِ حسین بدکار لوگ تھے۔ یہ صاحب ۲۸ روپے ماہوار کے تنخواہ دار معمولی آدمی ہیں۔

دوسرے سُنی گواہ مولوی علی حسن ہیں یہ اس کیس میں مدعا علیہ بھی ہیں انھوں نے وہی کچھ کہا جو ان سے پہلے گواہ نے کہا۔ کوئی قابل معتبر بات نہیں کی ہے جس سے کہ ان کے بیان کردہ موقف کی تصدیق ہو سکے۔

تیسرے گواہ نے اصل موضوع پر کچھ نہیں کہا ہے وہ صرف یہ کہنے حاضر ہوئے کہ شیعوں کو ان سے کوئی ذاتی مخاصمت نہیں ہے۔ اسی طرح گواہ ۴، ۵، ۶ مدعا علیہان بھی ہیں۔ انھوں نے عدالت میں پیش ہونے کی زحمت صرف اس لئے اٹھائی کہ وہ مقدمہ میں وجہ نزاع سے کسی ذاتی تعلق کا انکار کر سکیں۔

گواہ ۷، حکیم محمد یٰسین ایک سُنی عالم ہیں۔ انھوں نے ایک سچے مسلمان کے اصولی عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جونپور میں ناصبی بھی مقیم ہیں لہٰذا اس بنا پر ان کا بیان کسی

Presented by www.ziaraat.com

بھی حالت میں قابلِ اعتبار نہیں۔!

گواہ نمبر ۸ عبدالعزیز ہیں جو کہ خود کو ناصبی ظاہر کرتے ہیں اور میں ان کے بارے میں پہلے ہی اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں

عقیدے کے صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ کرنا عام عدالتوں کا کام نہیں!

میں اس امر پر مجمل بحث کر چکا ہوں کہ فریقین کی گواہوں کے بیانات جن کا تعلق عقائد سے ہے اس معاملہ میں کسی اہمیت کے حامل نہیں ہیں یہ عدالت یا اس معاملہ سے منسلک کوئی اور سول کورٹ مسلم نظریہ کی جانچ پرکھ کے لئے منعقد نہیں ہو سکتی ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ شیعہ عقیدہ یا سنی عقیدہ میں کونسا صحیح ہے اور کونسا غلط ہے۔ اور نہ ہی اس زیرِ سماعت تنازعہ میں اس گوشہ پر گفت و شنید کی ضرورت ہے کہ ایسا فیصلہ کیا جائے۔ سب فریقوں نے اپنی اپنی دستاویزی شہادتوں اور مستند اسلامی کتابوں سے اپنے اپنے عقائد پیش کئے ہیں اور ہر ایک نے دوسرے کو غلط قرار دیا ہے۔ ان دریں حالات صحیح و مناسب طریق کار یہی ہوگا کہ ہم یہ اخذ کریں کہ آیا شیعہ نقطۂ نظر سے ان کے مذہبی جلوس اور دیگر حقوق جس کا کہ مطالبہ کیا گیا ہے اُن کے مذہبی عقائد سے مطابقت رکھتے ہیں یا یہ محض ڈھونگ ہیں کہ جنکی بجا آوری سے ان کی نیت غیر شیعہ کے

Presented by www.ziaraat.com

مذہبی جذبات اور نظریاتی احساسات کو ٹھیس لگاتا ہے، اگر مدعیان ہماری تسلی کر دیتے ہیں جیسا کہ انھوں نے تشفی کن طور پر ایسا کیا ہے (اس کیس میں) کہ وہ یہ مراسم عرصہ دراز سے بجا لا رہے ہیں اور اس سلسلہ میں کافی معتبر شیعہ اتھارٹیوں کے حوالے پیش کئے ہیں کہ تعزیہ داری اور تبرّہ اور دیگر شعائر مذہبی اُن کے عقائد میں کافی پرانے ہیں۔ لہٰذا ایسی معقول اور ناقابل انکار صورت میں عدالت انصاف پر لازم آتا ہے کہ وہ اُن کے ان حقوق کی حفاظت کرے۔ قطع نظر اس بحث کے کہ وہ عقیدے کسی بھی طور پر غلط، غیر منطقی اور احمقانہ ہی کیوں نہ سمجھے جاتے ہوں۔ ان عقائد کی جانچ پرکھ کرنا اور صحیح و غلط کی تمیز میں الجھنا عدالت ہٰذا کے لئے بے مقصد اور بے وقعت ہو گا۔

شیعہ کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرتے!

بہرکیف نوعیت حالات کے مطابق یہ کہنا ناممکن ہے کہ شیعہ یہ سارا کچھ محض فضول یا بلا مقصد کرتے ہیں یا وہ کسی مروجہ قانون تعزیری کی خلاف ورزی کا ارتکاب کر کے جرم کرتے ہیں پس شیعہ کے ایسے مراسم کی بجا آوری و ادائیگی کو ہرگز تکلیف دہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ آنریبل مکرجی نے اس نکتہ پر بڑی عمدہ روشنی ڈالی ہے اور ہم نے فیصلہ ہٰذا کی تحریر بالا میں صفحہ ۶۳۸ سے صفحہ ۶۴۲ تک کا حوالہ بحوالہ مقدمہ نمبر 642/ALJ مطبوعہ ۱۹۳۱ء پیش کیا ہے

Presented by www.ziaraat.com

مگر میں نے اس کے علاوہ بھی متعلقہ تعزیری دفعہ کا بغور جائزہ لیا ہے اس کا سنجیدگی سے تجزیہ کیا ہے اور متعلقہ قانونی مختاروں کا مطالعہ کیا ہے جس سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کسی بھی صورت سے شیعوں کا موقف کسی شرارت پسندی یا قانون کی کسی دفعہ کی خلاف ورزی سے منسلک ہوتا نظر نہیں آتا ہے جیسا کہ مخالف فریق کا گمان ہے۔ پس اس معاملہ میں مدعا علیہا کے موقف کو درست سمجھ لینا میرے لئے ناممکن ہے جیسا کہ میں پہلے واضح کر چکا ہوں کہ حقائق کا انکار عین امکانی امر ہے اور یہ بات ہرگز درست نہیں ہے کہ شیعہ کسی مکتب فکر کا دل دکھانے کے لئے اپنے مذہبی مراسم ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ شیعہ یہ سب کچھ اپنے امام کی یادگار شہادت منانے کے لئے کرتے ہیں۔ شیعہ کے اس طرز عمل سے اگر کسی طبقہ کو ناگواری محسوس ہوتی ہے اور کسی کے مذہبی احساسات مجروح ہوتے ہیں تو یہ جذباتی دل آزاری و ناپسندیدگی قانونی ضرورت کے لحاظ سے ہرگز کافی نہیں کہ محض اس بے بنیاد دعوے پر کسی کو اپنے مذہبی رسومات منانے سے روک لیا جائے یا اس طرز عمل کو کسی قانون کی خلاف ورزی قرار دیا جائے۔ دفعہ ۱۵۳ الف کو ایک طرف رکھتے ہوئے نفرت انگیز یا سوچے سمجھے منصوبوں کے تحت مذہبی احساسات کو مجروح کرنا ایک الگ جرم کا اہم جزو ہے۔ جبکہ تعزیرات ہند کی دفعہ 295-A اور 298 میں بیان ہوا ہے۔ جبکہ ان مذکورہ دفعات کا اس مقدمہ میں شیعوں پر اطلاق نہیں

Presented by www.ziaraat.com

نہیں ہوتا۔ جہاں تک دفعہ 153A کا تعلق ہے ہم نے نوٹ کیا ہے کہ دئیے گئے بیان میں مذکورہ دفعہ کی شرارت کو بیان کرنے کا حیلہ کیا گیا ہے جب کہ تقریری و تحریری اثبات و دیگر شواہد سے ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں کسی قسم کی کوئی شرارت بدنیتی یا بددیانتی نہیں ہے بلکہ یہ خالصتہً ایماندارانہ نظریات پر منحصر ہے۔

رسالہ ورتمان، سیر دوزخ اور رنگیلا رسول کے مُقدموں کی مثالیں!

(بحوالہ 1927/46 C.L.J 154) اور اسی طرح کی رولنگ رسالہ ورتمان کے کیس 27 AIR لاہور 594 میں عالی جناب براڈوے اور کمپ جج نے دفعہ A. 153 التعزیرات ہند کے ایک مقدمہ میں صحیح فیصلہ دیتے ہوئے حکم جاری کیا اور لکھا کہ دیگر مذاہب کے بارے میں نیک نیتی سے اظہار رائے کرنا شر انگیزی سے بعید ہوتا ہے۔ یہ مقدمہ اس سلسلہ کا ہے جبکہ ایک مضمون بعنوان "سیر دوزخ" کے سلسلہ میں شکایتی دعویٰ پیش ہوا جس میں کہ ہتک آمیز طریقہ سے پیغمبر اسلام کی سوانح پر گستاخانہ حملے کئے گئے تھے۔ اور ان کی ازواج اور اصحاب کے لئے نازیبا انداز میں گستاخانہ کلام کیا گیا تھا۔ صاحب مضمون نے رسولؐ، ان کی ازواج اور اصحاب سب کو

Presented by www.ziaraat.com

مردود قرار دیتے ہوئے دروغ گوئی بیان کیا تھا اور سخت اذیت پہنچانے والا طرز اختیار کیا تھا۔ اس نے بڑے بھونڈے اسلوب میں بدمزگی پیدا کرنے والے طریقہ کے ساتھ (اور یہ جھوٹ ایسا ہے کہ) پیغمبرؐ کے بارے میں لکھا تھا کہ آنحضرتؐ شفاعت کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں کہ وہ اپنے پیروکاروں (اُمت) کی شفاعت کر سکیں۔

چنانچہ یہ کیس ویسی نوعیت کا نہیں ہے کیونکہ شیعہ جب کچھ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنے ہیرو کی قسمت پر روتے ہیں۔ اور اس شدتِ غم و رنج سے مغلوب ہو کر وہ اُن کے قاتلوں کی اپنی زبانوں سے مذمت کرتے ہیں جس میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ یزید اور اس کے ساتھی جنہوں نے امام حسینؑ کو تہ تیغ کیا اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے۔

ان لوگوں پر خدا کی لعنت برسے۔ کیا یہ طرز بیان گالی ہے؟ فحش کلامی ہے؟ بدزبانی ہے؟ رسوا کرنا ہے؟ برا بھلا کہنا ہے؟ چنانچہ لاہور کی رولنگ کے مطابق معزز منصفان نے تحریر فرمایا۔ ڈر یقیناً ایک مقصد ہے بلکہ ملزم کے مقصد کا جزو لاینفک ہے کہ ایسے احساسات میں زیادتی پیدا کی جائے اور اگر یہ اصل مقصد کا حصہ نہیں بھی ہے تو دہاں دشمنی کے جذبات پیدا کرنے یا منافرت کی فضا ہموار کرنے کے لئے یہ چیز کافی نہیں ہے۔ معزز عدالت نے اپنی تحقیقات میں یہ تسلیم کیا اور ہماری ایک اور اعلٰے عدالت میں دو حیرانیوں

کیس جو کہ الٰہ آباد میں 1927/649 کے تحت زیر سماعت آیا یہ لکھا گیا کہ یہ چیز لازماً ملحوظ رکھی جائے کہ ایسے ممالک میں جہاں کہ مذہبی آزادی ہو وہاں اس قسم کے واقعات کا رونما ہونا ایک ضروری امر ہوتا ہے وہ اپنے اپنے نقطہ نظر سے اپنے مذہبی نظریات کا اظہار کریں۔ اور اس میں دیگر مخالف مذاہب پر رواداری نہ تنقید کا ہو جانا ناگزیر ہوتا ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ تمام وجوہات کے تحت یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ رواداری کی وجہ تنقید کو مطلوب ہے۔ بدزبانی یا بدتمیزی کا اجازت نامہ نہیں ہونا چاہیئے۔ لاہور ہائی کورٹ کے بینچ نے ان الفاظ کی تردید نہیں کی تھی جو کہ عزت مآب دلیپ سنگھ (جج) نے تحریر کئے تھے جب ان کے سامنے رسوائے زمانہ کتاب رنگیلا رسولؐ کا مقدمہ فیصلہ کے لئے پیش ہوا تھا۔ یہ کیس ملک میں جذباتی ہیجان پیدا ہونے سے پہلے ۱۹۲۷ء میں نمبر 590 کے تحت نمٹایا گیا جو کہ اس کیس میں مدعیوں کے موقف کی حمایت کرتا ہے۔ وی جسٹس جیون صاحب کے فل بینچ کے فیصلہ بابت کیس 1927 AIR الٰہ آباد 649 عدالت نے فیصلہ دیا کہ کالی چرن شرما نے اپنی کتاب میں جو زبان استعمال کی ہے وہ غیر شائستہ ہے اور اس نے اس میں پیغمبرؐ کو شراب خور، بدکار، اوہام پرست جنسی عیاش اور بہیمیت کا رسول لکھا بحوالہ صفحہ نمبر ۶۵) اور اس کی ساری زبان تحریر انتہائی گھٹیا، اشتعال انگیز، بازاری، فحش، لچر اور کمینگی سے بھرپور تھی۔ چنانچہ اس بنا پر

Presented by www.ziaraat.com

فاضل عدالت نے اس کے برخلاف بالکل صحیح فیصلہ دیا مگر اس
کے باوجود دلیپ سنگھ کے فیصلے کو اس سے مختلف قرار نہیں
دیا جا سکتا اور اس کیس (کالی چرن) میں تعزیرات کی استغاثے
کے باوجود محترم جج دلال نے دلیپ سنگھ کے فیصلہ کی حمایت
نہیں کی بحوالہ الہ آباد 659 سنہ 1927 A.I.R. مگر میں پہلے بیان
کر چکا ہوں کہ ملزم کا طرز بیان چونکہ قابل اعتراض تھا جو کہ متفقہ
امر تھا جبکہ میرے زیر سماعت موجودہ کیس میں اس قسم کی
کوئی بات نہیں ہے۔ چنانچہ میں یہ تصور نہیں کر سکتا کہ
مدعیان کسی قسم کا کوئی جرم کرتے ہیں یا کسی قانون کی خلاف
ورزی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اس مقدمہ میں قانون کا کوئی عمومی پہلو ایسا نہیں ہے
جو اس موضوع پر مفید حیثیت سے پیش کیا جا سکے۔ (یعنی
جس سے شیعوں کی کوئی قانون شکنی ثابت ہو سکے) مدعیان
کے مطلوبہ حقوق عام قانونی حقوق ہیں اور عدالتی رولنگ کے
علاوہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ وہ عام انسانی اصولوں کے لحاظ سے بھی
جائز ہیں۔ دیکھئے اپنے آئین CONSTITUTIONAL LAW
(آئینی قانون کی چھٹی جلد کے ص 445) BY DECAY VOL VI

پر اس موضوع پر بحث کی گئی ہے جس میں مرقوم ہے کہ: یہ ہر
شہری کا مشترکہ قانونی حق ہے کہ وہ شارع عام جگہوں پر اپنی
رائے کا اظہار کر سکے چاہے کوئی بھی موضوع سخن ہو
لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ ایسا کرنے سے کسی قانون کی

Presented by www.ziaraat.com

خلاف ورزی نہ ہوتی ہو۔ کسی اجتماع کے مجتمع ہونے کا حق اور اپنی رائے کا آزادانہ اظہار کسی بھی موضوع پر کرنا ہر شہری کا انفرادی و اجتماعی طور پر پیدائشی حق ہوتا ہے۔ فرد واحد یا افراد کا مجموعہ یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ کسی بھی پبلک مقام سے گزریں گلی کوچہ و سڑک پر سے نکلیں کیونکہ یہ اسی مقصد کے لئے وقف و مخصوص ہوتی ہے لیکن کیا عوامی راستوں، سڑکوں، اور گلیوں پر آمد و رفت کا مطلب چپ و ساکت و خاموش رہنا ہوتا ہے؟ ہر آدمی یہ حق رکھتا ہے کہ وہ سڑک پر چلتا ہوا بولے سکے پھر جلوس اس کے سوا اور کیا ہے کہ انسانوں کا ایک متحرک اجتماع ہوتا ہے پس ایسے جلوس کا وہی حق ہوگا جو کہ ایک فرد واحد شہری شخص کا کسی عام گزرگاہ یا راستے پر ہوتا ہے۔

"قاتلان حسینؑ پر لعنت کرنے پر اعتراض کرنا عقلمندی کی بات نہیں"

سات قابل مذمت افراد پر لعنت کرنا جن سے کہ مدعیان نے جرم کی نسبت کی ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ جو امام حسینؑ کے قتل کے ذمہ دار ہیں۔ اور یہ لعن و طعن ماسوا اس کے کچھ نہیں کہ ان کے تاریخی جرم سے کردار وں کے برخلاف اپنی رائے کا اظہار ہے۔ اگر یہی اظہار رائے کسی تبلیغی مقصد کے لئے کیا جائے اپنے مذہب کی وضاحت کرنے کے لئے یا ایک عظیم شہید

Presented by www.ziaraat.com

حضیرہ کی شہادت عظمیٰ کی یاد منانے کے لئے یا مذہبی تقریبات منعقد کرنے کے لئے تو میرے نزدیک اس بات پر اعتراض کرنا عقل مندی کی بات نہ ہوگا۔ باوجود اس کے کبھی کہ یہ باتیں کسی طبقہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں یا کسی گروہ کے احساسات ان سے مجروح ہوتے ہوں۔ یا کسی کی دکھتی رگ چھڑ کتی ہو یا پبلک کو ناگوار ہو پس مدعیوں کا حق ان ساری مخالف باتوں پر دونوں طرح غالب آتا ہے۔

تنازعہ نمبر ۳ دولت ہند کے سکریٹری اس مقدمہ میں ضروری فریق نہیں ٹھہرتے کیونکہ ضلع کی ذمہ دار انتظامیہ نے تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۴۴ کے تحت کارروائی کی وہ اس لحاظ سے مجبور ہوئے کہ انہوں نے حکام بالا کی تعمیل کی یعنی سکریٹری ہند کا حکم بجالائے۔ اور میں اس جھگڑے کا منفی فیصلہ دیتا ہوں۔

تنازعہ نمبر ۴ اس کیس میں مدعیان کا مدعا یہ ہے کہ مدعا علیہان مستخیثان کے حقوق سے انکار کرتے ہیں اور وہ متعلقہ حکام سے نوٹس جاری کروانے کے ذمہ دار ہیں جس میں کہ انہوں نے ان کے شہری آزادی کے حق میں رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔ لہٰذا اس وجہ سے مدعیان نے مدعا علیہان کے خلاف مقدمہ داخل کیا۔ مدعا علیہان نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے اور اپنی پوری کوشش سے تمام پہلوؤں پر مدعیان کے حق کا انکار کرنے میں کوئی کسر

Presented by www.ziaraat.com

اُٹھا نہ رکھی۔ مقدمہ کی کارروائی کافی طویل ہوئی ہے۔ ابتدائی طور پر اسے فاضل سول جج نے سماعت کیا اور بقیہ ذمہ داری میرے کاندھوں پر آئی۔ مجھے یہ موقع حاصل ہوا کہ میں نے اس کی ساری کارروائی کا جائزہ تقریباً دو ہفتے لیا ہے۔ میرے خیال میں فضا کشیدہ صورت رکھتی ہے کہ سب لوگوں سے یا بیس سے پچاس آدمیوں سے بلکہ بعض اوقات پر ہر مکتب فکر کے لوگوں کی زیادہ تعداد سے اتنی بھیڑ لگ جاتی کہ کمرۂ عدالت بھر جاتا ہے چنانچہ میرے ذہن میں یہ خفیف سا شبہ ہے جو کہ تھوڑا عرصہ پہلے پیدا ہوا ہے کہ اہل سنت طبقہ اس سلسلہ میں زیادہ بیتاب ہے کہ شیعوں کے حقوق کا انکار کر دیا جائے۔ مدعی گواہ فصاحت حسین اعتراف کرتے ہیں کہ سنیوں نے مقامی انتظامیہ کو شیعوں کے طبل و تاشہ کے خلاف شکایت کی اور متعلقہ حکام نے زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ کے تحت پابندی لگا دیں۔ مدعا علیہ کے گواہ ۱ محمد ایوب کے بیان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدعا علیہان مدعیوں کے حقوق کا انکار کرنے میں خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ درحقیقت مدعا علیہان کی تین گواہیوں کے سوا۔ جس نے کہ کچھ نہیں کہا ہر ایک نے مدعیان کے حق سے انکار کیا ہے ہمیں خاص طور پر یہ ملحوظ رکھنا ہے (خبردار کرنا ہے) کہ دفعہ ۴۲ ایس آر ایکٹ ایسے افراد کے خلاف عائد کی جا سکتی ہے جو کہ کسی دوسرے کے حق کا انکار کرے۔ چنانچہ ان لوگوں (سنیوں) کے خلاف بھی یہی قانونی کارروائی کی جا سکتی ہے جو کہ موجودہ کیس

Presented by www.ziaraat.com

میں مدعیان کے حقوق کے خلاف رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں ۔ (بحوالہ اے ۔ آئی ۔ آر 1930 لاہور صفحہ 803 ۔ مدراس 1920/769 اور 67 آئی ۔ سی 553) میرے نزدیک بڑا واضح لائحہ عمل ہے ۔ جو اس کیس میں سنیوں کے برخلاف اختیار کیا جا سکتا ہے ۔

تنازعہ نمبر ۵

فریق ثانی نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ عدالت اس کی مجاز ہے کہ وہ مطلوبہ ڈیکلریشن اپنی صوابدید پر جاری کرے اور مدعیان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس ڈیکلریشن کو اپنے مطلق حق کے طور پر سند بنا لیں ۔ اور یہ کہ اس طرح کے اجازت نامہ دینے سے بدنظمی، بدامنی پیدا ہونے کا خدشہ ہے کہ دونوں مذہبی گروہوں میں کشیدگی کی صورت ہے ۔ لہٰذا عدالت کو حالات کے پیش نظر ایسی اجازت دینے سے انکار کر دینا چاہیئے ۔

حکم فیصلہ مدعیان کے حق میں !

جب انتظامیہ فریقین کے قانونی حقوق سے عدم واقفیت کے باعث اس قسم کا کوئی حکم جاری کرتی ہے جو کسی دوسرے عوامی طبقہ کے حقوق پر چھاپہ مارتا ہے تو اس عمل سے مستحق طبقہ میں بے چینی کی لہر اٹھتی ہے ۔ اور اس سے مزید بدامنی پیدا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے ۔ اس قسم کے جابرانہ احکامات اس وقت جاری کئے جاتے ہیں جب قانونی حقوق کا تحفظ درکار ہو

Presented by www.ziaraat.com

اور امن عامہ کی صورت مخدوش ہو اور ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جب کبھی بھی اس قسم کے متشددانہ اقدامات صادر کئے گئے تو اسی ضرورت کے تحت۔ قانون کے لٹریچر کا بغور مطالعہ کرنے سے جو کہ اس مضمون کے متعلق ہے اس معاملہ میں میری رائے یہ ہے کہ مقامی انتظامیہ کا زیر دفعہ 144 جاری کردہ حکم قانونی حق سے ان کی غیر یقینی صورت حال کے پیش نظر تھا جو ان کو قانون شناسی کے بارے میں تھی (یعنی عدم واقفیت کے باعث) جسے صرف ایک ابتدا کسی بیماری سے احتیاطی تدبیر یا پرہیز کے مترادف کہا جا سکتا ہے یعنی حفظ ماتقدم ہے میرے نزدیک ایسے مقدمات میں جبکہ دو طبقوں میں باہمی جھگڑا ہو یا دو فریقوں کی نزاع ہو یا سرکاری حکام اعلےٰ عدالتی حکام سے رجوع کر رہے ہوں کہ قانونی مختار کیا ہو تو یہ معلوم ہوگا کہ کسی قانونی حق کی حفاظت بذریعہ دستیاب سرکاری قوت کے ساتھ کی جائے۔ یہ چیز بعض اوقات مشکل ہو جاتی ہے مگر طبقات کے لئے یہ لابدی ہو جاتا ہے وہ اپنے حقوق کا تصفیہ کریں اور با امن رہیں اس طرح جس طرح کہ پانی ہو کہ جب اسے قدرتی طرز پر بہنے دیا جائے تو وہ اپنی سطح خود ہی متعین کر کے اس کی حدود میں بہتا ہے المختصر میں اب اس معاملہ کو کچھ شاہدانی دلائل پر ختم کرتا ہوں جو ہائی کورٹ کے ججوں نے اس موضوع کے بارے میں اپنے فیصلوں میں ثبت کئے اور ان کو پریوی کونسل نے منظور کیا۔ ان کا لب لباب یہ ہے کہ انتظامیہ، پولیس اور مجسٹریسی اپنے اختیارات

کو زیرِ دفعہ 144، 133 اور پولیس ایکٹ 5 دفعہ 30 سنہ 1861ء
یہی وہ قوانین ہیں جن کے تحت یہ ادارے مداخلت کرنے کے
مجاز ہوتے ہیں (Benett J-1931، 624، 627 A.L.J.)

کیا ان اختیارات کا استعمال ہر وقت ہونا چاہیئے؟

کیا ان کو مستحقین کے حق میں اور ان کے تحفظ کی خاطر اور ان کے برخلاف جو ان حقوق میں مزاحمت کرتے ہیں بروئے استعمال نہیں لانا چاہیئے؟ مگر ہنگامی صورت حال کے پیش نظر قانونی حقوق کے تحفظ اور بحالی امن و امان کے لئے ان کا استعمال برمحل ہے کیونکہ ایسی سنگین صورت میں وہ عام شہری حقوق معطل کر سکتے ہیں لیکن عارضی طور پر مدراس ہائی کورٹ کے ججوں نے دفعہ 144 کے ضمن میں لکھا کہ بحالی امن و امان کے لئے مجسٹریٹ کے پاس خصوصی اختیارات ہوتے ہیں جو خاص موقعوں کے لئے محفوظ طور پر ان کو حاصل ہوتے ہیں۔ مجسٹریٹ کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ ہر شخص کے حق کی حفاظت کا التزام کرے۔ جو قانون کے مطابق ہو۔

اور حفاظتی تدابیر اختیار کرے۔ اس لئے کہ دوسروں کے حق محفوظ رہیں۔ لیکن اگر مجسٹریٹ دیکھتا ہے کہ حالات ایسے ہیں کہ جن میں قانونی طرز عمل اختیار کرنے سے شہری ہنگامہ آرائی کا خدشہ ہے یا اضطراب وبے چینی کا خطرہ محسوس ہوتا ہو تو عوامی سلامتی کے پیش نظر اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عارضی طور پر پرائیویٹ حقوق کو نظرانداز کر دے اور

Presented by www.ziaraat.com

اپنے خصوصی مجوزہ اختیارات استعمال میں لائے اور یہ اقدام صرف ہنگامی حالات میں مناسب ہوگا۔

اس ہائی کورٹ نے ایک اور کیس 203/6 میں اس طرح لکھا ہے کہ: جہاں حقوق کو خطرہ لاحق ہو تو مجاز افسروں کو اُن اختیارات کے ذریعہ مکمل تحفظ حاصل کرنا چاہیئے جو کہ ان کو قانون کی رُو سے حاصل ہوتے ہیں۔ جنہیں وہ نزاعی حالات کے مطابق استعمال کر سکتے ہیں۔ یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ جواز کو ثابت کیا جائے کیونکہ وہ حالات ایسی شکل اختیار کر لیتے ہیں کہ یہ طریقہ اختیار کرنا انتظامیہ کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں ایسے احکامات جاری کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان حالات میں جب کہ لاقانونیت کا رجحان ہوتا ہے اور انتظامیہ اس قابل نہیں ہوتی کہ قانون کا تحفظ کر سکے تو اس صورت مجبوری میں یہ اختیار خاص بھی تقاضائے انصاف بن جاتا ہے کیونکہ پبلک کے امن کو بحال کرنے کے لئے اس کا استعمال کیا جاتا ہے جب کہ اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ کسی کے شہری حقوق کو اس خصوصی اختیار سے دبا کر ختم کر دیا جائے۔ بلکہ درحقیقت یہ اقدام بھی تحفظ حقوق کی ایک بلند سطح کے طور پر کیا جاتا ہے۔ نیز ایسا تاثر بھی ابھرتا ہے کہ اگر کوئی خیال کرے کہ قانون کے محافظ ادارے کمزور ہو گئے ہیں تو ایسے کے خلاف جو اس غلط فہمی میں قانون شکنی کرتا ہے اس کی بھول کا ازالہ کرنے کے لئے متعلقہ ارباب اپنے خصوصی اختیارات

Presented by www.ziaraat.com

کا استعمال کر کے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جو در اصل شہری حقوق کی پاسداری کرنے کا موثر نہ طاقتور طریقہ ہوتا ہے جہاں اس قسم کا تاثر اکثریتی آبادی کے ذہنوں میں سما جائے تو بحالت مجبوری ایسے جابرانہ احکامات اور متشددانہ طریقے اختیار کرنا پڑتے ہیں تاکہ خطرات و خدشات کا موثر مقابلہ کر کے قانون کا نفاذ کیا جا سکے۔ اور ایسے افراد جن کے لئے احکام حکومت کی تعمیل تلخ ہوتی ہے۔ ہر جماعت میں موجود ہوتے ہیں لیکن پھر بھی جو لوگ عام طور پر قانون کو برقرار رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں ان کو ورغلا لیا جاتا ہے۔

پریوی کونسل نے اس بات کو درست مانا ہے اور میرے خیال میں اس سے عمدہ الفاظ یا زبان اس کی وضاحت کے لئے اور کوئی نہیں ہے۔ جو مجسٹریٹ کے فرائض منصبی اور پولیس کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوں۔

مدعیان بلاشبہ یقینی طور پر یہ حق رکھتے ہیں کہ مطلوبہ اجازت نامہ ان کو جاری کیا جائے۔ لیکن ممکن ہے کہ اس قانونی حق کے ادا کرنے پر حالات میں گڑبڑ پیدا ہو چنانچہ مجسٹریٹ یا پولیس جس مقام پر یہ ضروری خیال کریں تو پابندی عائد کر سکتے ہیں مذکورہ بالا اختیار کی روشنی میں جس کا مقصد صرف امن کو بحال کرنا اور شاہراہوں کو مسدود ہو جانے سے روکنا ہو گا اور یہ سرکار کا حق ہے۔ جس کی تشریح اوپر بیان کر دی ہے۔ میں اپنے حکم فیصلہ میں اس کا اضافہ کرتا ہوں اور فرمان

Presented by www.ziaraat.com

جاری کرتا ہوں۔ "مدعیان کے حق میں" اس طرح جس طرح کہ معزز جج صاحبان سلیمان اور ینگ نے کیس 354/1933 ALJ کے فیصلہ میں کیا ہے۔

حکم!

مدعیان اپنی انفرادی حیثیت سے اور جماعتی طور سے دونوں طرح یعنی پوری شیعہ آبادی جونپور کو یہ پورا پورا حق حاصل ہے کہ اپنا اسلحہ عاکبرہ جلوس طبل و تاشہ نوحہ و ماتم کے ساتھ امام حسینؑ کی شہادت کی یاد میں مرثیہ خوانی و نوحہ خوانی کرتے ہوئے اور سات افراد و قاتلین حسینؑ پر لعنت بھیجتے ہوئے جونپور کی ہر گلی، ہر بازار، ہر سڑک اور ہر شاہراہ سے نیز خصوصاً قاضی کی گلی میں سے گذر سکتے ہیں۔ یہ ڈیکلریشن جو کہ مدعیان کے حق کی تصدیق و توثیق کرتا ہے۔ اس بات سے مشروط ہے کہ اگر انتظامیہ کوئی ہدایت نامہ یا حکم نامہ امن وامان کی صورت حال کے پیش نظر مجسٹریٹ یا پولیس رکاوٹ یا خلل کے باعث یا ان مجوزہ امور کے باعث جو کہ دفعہ ۱۴۴ میں مرقوم ہیں یا دیگر قانونی مدات کے تحت یا ٹریفک کے قوانین کے تحت۔!

مدعیان اس مقدمہ کے اخراجات مدعا علیہان سے وصول کریں گے۔

دستخط
ٹھاکر پرشاد
منصف جونپور

20-7-1938

Presented by www.ziaraat.com

ضمیمہ :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیعہ مسلمانوں کا پیدائشی حق!

استفادہ از کے ۔ ایم نعیم (ایڈوکیٹ)

مسلمانوں کی کامیاب مشترکہ تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں قادیانیوں کے اسلامی برادری سے اخراج کے بعد بعض بدخواہ طبقے اور وطن دشمن عناصر آپس میں ملی بھگت کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی یکجہتی، وطنی وقار اور ملکی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی سرگرمیوں میں مصروف عمل ہیں۔ وجود مملکت کے لئے ہر خطرناک سازش کی راہ کو ہموار کرنا ان کا معمولی شغل بن چکا ہے۔ طرح طرح کی عصبیت کو ہوا دینا ان کا خاص مشغلہ ہے، کبھی لسانی تعصب، کبھی صوبائی عصبیت اور کبھی فرقہ وارانہ منافرت پھیلانا ان کے خاص ہتھکنڈے ہیں۔ ان بدنیت لوگوں کی چشم بد کا خاص نشانہ ملک میں آباد شیعہ مسلم برادری اور ان کے مذہبی شعائر ہیں۔ چنانچہ وہ آئے دن شیعہ دشمنی کا غوغا برپا کر کے اتحاد قوم کو مجروح کرتے رہتے ہیں

یہ بات تو کسی بھی پاکستانی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ تقسیم ہند سے قبل کانگریس کے ہمنوا ملا ٹولے نے تقسیم ہند کی شدید مخالفت کرتے ہوئے تحریک پاکستان کی پُرزور مذمت کی تھی۔ حتیٰ کہ ان کے نام نہاد مولویوں اور ان کے مٹھی بھر حامیوں نے بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو "کافر اعظم"، اور وطن مقدس پاکستان کو "کافرستان" کے ناموں سے متہم کیا تھا۔ مگر اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے منہ میں خاک ڈالی۔ قائداعظم بفضل خدا کامیاب ہوئے اور پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ جب سرزمین پاک پر ہلالی پرچم لہرایا تو شقی القلب دشمن کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا مخالفین کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ مارے شرم کے ان پر زمین روپوش ہو گئے اور خفیہ سازشوں میں لگ گئے۔ بھلا یہ کس طرح اس حقیقت کو دل سے تسلیم کر سکتے تھے۔ ہمیشہ اس موقعہ کی تلاش میں رہتے کہ کب اور کس طرح پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کیا جائے بدقسمتی سے کچھ عرصہ بعد ان کے گلشن امید پر موسم بہار آ ہی گیا۔ مسلمانوں کی تاریخ کا بدترین المیہ ۱۹۷۱ء میں رونما ہوا۔ پاکستان اپنے ایک بازو سے محروم ہو گیا۔ دشمن کا دل باغ باغ ہوا حوصلے بلند ہو گئے۔ مذموم عزائم میں نئی امنگیں بھریں اور باقی ماندہ پاکستان پر نگاہیں اٹھنی شروع ہوئیں۔ یہ حصہ اب ان کی آنکھ کا شہتیر ہے۔ چنانچہ دام و دانہ پھینکنے کا اہتمام ہونے لگا۔ مہلک جال کے ساتھ خود غرضی و تنگ نظری، صوبائی و لسانی

Presented by www.ziaraat.com

تعصب نسلی و جغرافیائی امتیاز، فرقہ وارانہ نفرت وغیرہ کے دانے جگہ جگہ پھیلائے جانے لگے۔ ملّی اخوت اور اسلامی بھائی چارہ کے نیک جذبات کو ٹھیس لگانے میں ہر ہتھیار آزمایا جانے لگا۔ باہمی نفرت کو ہوا دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا بھائی کو بھائی سے نبرد آزما رکھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی ملکی امن و امان کو برباد کر دیا گیا۔ لاقانونیت اور بربریت کے بھوت دندنانے لگے بغض و عناد کی چنگاریوں کو بھڑکانے کے وسائل بروئے عمل لائے گئے۔ حتیٰ کہ ملک ایسی پرآشوب حالت میں مبتلا ہو گیا کہ ہر سو خطروں کے بادل چھائے ہوئے نظر آنے لگے۔

چاروں طرف ایسی آگ روشن ہونے لگی جو کسی بھی وقت سب کچھ فنا کر سکتی ہے۔ عام آدمی سہما ہوا، غیر یقینی صورت حال سے دوچار عالم پریشانی میں گرفتار ہوا کے رخ کی جانب نظر جمائے گم سم کھڑا ہے۔

دوسرا نشانہ

ہمیں وہ وقت یاد ہے جب مرزائیوں کے خلاف شیعہ سنی مشترکہ کوششوں کی کامیابی کے موقع پر مولوی غلام غوث ہزاروی نے فرقہ وارانہ تعصب سے بھرپور ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ غیر ذمہ دارانہ بیان داغ دیا کہ ان کی پارٹی نے ایک محاذ پر کامیابی حاصل کر لی ہے اور اب دوسرا نشانہ شیعہ ہیں۔ ہزاروی صاحب نے کہا تھا کہ انھوں نے احترام رسولؐ کا اہتمام تو کر لیا ہے اور اب وہ ناموس صحابہ کی تحریک چلائیں گے۔ مولوی غلام غوث ہزاروی

Presented by www.ziaraat.com

کے اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان کا اشارہ اس ثانوی مہم میں براہ راست شیعہ مسلمان فرقے کی جانب تھا اور یہ ویسا ہی پرانا حیلہ تھا جیسا کچھ سال پہلے لکھنؤ میں شیعہ کے خلاف "مدح صحابہ" کے نام سے ایک تحریک شروع کی گئی تھی جو بعد میں برصغیر کے دوسرے شہروں میں بھی پھیل گئی تھی چنانچہ اس بے جواز مہم کے مضر اندیشوں کو اس وقت کی حکومت نے بروقت محسوس کر لیا۔ لہٰذا قومی اسمبلی میں سابق وزیر خارجہ عزیز احمد مرحوم نے ایوان پر واضح کیا کہ حزب اختلاف اپنی تھیلی میں جو بلی چھپائے ہوئے ہے اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے کیونکہ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ختم نبوت کی تحریک تمام مسلمانوں کی متفقہ و مشترکہ تحریک تھی اور خود حکومت بھی عظمت رسولؐ اور ناموس پیغمبرؐ کو بحال رکھنے کی دلی متمنی تھی۔ چنانچہ اس نے پاکستانی عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ فریضہ ادا کیا جس کا سہرا اب حزب اختلاف شرپسندانہ انداز سے اپنے سر باندھ لینے کے لئے بے قرار ہی ہے۔ مگر یاد رہے کہ ختم نبوتؐ کا عقیدہ احترام صحابہ کے عقیدے کی طرح نہیں تھا کیونکہ حضور اکرمؐ کو آخری نبی تسلیم کرنا ہر مکتب فکر کے مسلمان کا بنیادی اعتقاد ہے جبکہ صحابہ کا احترام ایک اخلاقی فریضہ ہے جس کا کوئی شرعی جواز نہیں ہے۔

علاوہ ازیں شیعہ فرقہ پر یہ الزام کہ وہ پیغمبرؐ کے اصحاب کو نہیں مانتے حقیقت کے برعکس اور سراسر شرانگیز پروپیگنڈا ہے۔ کیونکہ شیعہ اصحاب رسولؐ کی عظمت کے قائل اور ان کے

Presented by www.ziaraat.com

مخلص عقیدت مند ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سلمان فارسیؓ جیسے صحابی کو اہل بیت ہی میں سے مانتے ہیں اسی طرح دیگر اصحاب عظام جیسے حضرت ابوذرؓ غفاری حضرت مقدادؓ، حضرت عمارؓ یاسر، خذیفہ یمانیؓ، بلال حبشیؓ وغیرہم شیعہ کی محبت و عقیدت کے مرکز ہیں۔ (راقم خاکسار نے اپنی کتاب "بچارگیارہ" میں اسی موضوع پر سیر حاصل گفتگو ہدیۂ قارئین کی ہے۔ اور اس الزام کی سختی سے تردید کی ہے کہ شیعہ اصحاب رسولؐ کو نہیں مانتے ہیں) اگر بعض ظاہر اسباب کے باعث یہ فرض کیا جائے کہ شیعہ اصحاب رسولؐ کے احترام میں کوئی کسر کرتے ہیں تو پھر سُنّی مذہب کے وہابی فرقے کے خلاف کونسی تحریک چلائی جائے گی جو پیغمبرؐ پر درود و سلام بھیجنے کے مخالف ہیں۔ سُنّیوں کا یہ وہابی طبقہ فاتحہ، نذر و نیاز، درود و سلام یا محمدؐ سلام علیک یا نعرۂ رسالت یا رسول اللہ، یا نعرۂ حیدری یا علیؑ کہنے کو شرک قرار دیتا ہے۔

جماعت اہل السنتہ کی ایک یادداشت!

بہر کیف ان ہی ایام میں مذکورہ بالا شرانگیز مہم کے علاوہ مرکزی جماعت اہل السنتہ کے لاہور دفتر کی جانب سے ایک یادداشت شائع کی گئی جس میں پاکستان میں آباد سُنّی مسلمانوں کے سیاسی و مذہبی مطالبات پیش کیے گئے۔ ان مطالبات پر اس وقت کی قومی اسمبلی کے سات ارکان کے دستخط موجود

Presented by www.ziaraat.com

تھے جن میں مولوی غلام غوث ہزاروی، مفتی محمود، سنا احمد نورانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس یادداشت کا تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ چونکہ ملک میں سُنّی آبادی مبینہ طور پر کثیر ہے لہٰذا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ شیعوں کے مذہبی جلوسوں اور مجالس عزا پر پابندی عائد کر دی جائے۔ سڑکوں عام گزرگاہوں اور شارع عام جگہوں سے شیعوں کے جلوس کا گزرنا ممنوع قرار دیا جائے۔ حکومت نئے پیر مٹوں کا اجراء بند کرے۔ اور نئے امام باڑے نہ بنانے دیئے جائیں۔ شیعوں کی رسومات (عزاداری) کو ان کے امام باڑوں تک محدود کر دیا جائے۔

مطالبہ ۳ کا آئینی تجزیہ

اندریں حالات اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جماعت کثیر کے اس مطالبے کا آئینی اور قانونی لحاظ سے جائزہ لیا جائے اور تجزیہ کیا جائے کہ آئین میں فراہم کردہ مذہبی آزادی سے یہ مطالبہ کس حد تک مطابقت رکھتا ہے۔ یہ اظہر من الشمس ہے کہ ایسی صورت میں شیعہ مسلمانوں کا اس پہلو پر غور و خوض کرنا ایک فطری تقاضا ہے۔

آئین میں دی گئی مذہبی آزادی!

پاکستان ایک جمہوری ریاست ہے اس کا اپنا آئین بھی ہے۔ اس دستور العمل میں مہیا کئے گئے حقوق و مراعات سے مستفیض ہونا ہر پاکستانی

Presented by www.ziaraat.com

کا آئینی حق ہے ۔ اس کے مطابق شہری زندگی بسر کرنا پاکستان کے تمام باشندوں کا یکساں فریضہ ہے ۔ اس معاملہ میں مذہب، رنگ، نسل، فرقہ، اور حیثیت کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ آئین کے شق ۲ کے مطابق اسلام پاکستان کا سرکاری دین ہے ۔ شق نمبر ۳۱ کی رو سے ایسے اقدامات ہونے چاہئیں کہ پاکستان میں آباد مسلم قوم انفرادی و اجتماعی لحاظ سے اپنی زندگیاں اسلامی نظام کے بنیادی اصولوں و ضابطوں کے مطابق گزاریں ۔ ایسی سہولیات و مراعات کا اہتمام کیا جائے کہ عام فرد قرآن و سنّت کے مطابق زندگی گزارنے کے مفہوم سے آشنا ہوسکے ۔

اسی طرح آئین کی دفعہ ۲۰ (الف) اور (ب) ہر شخص کو مذہبی آزادی دینے کی ضمانت دیتی ہیں ۔ نیز شق ۸ (۱) کے مطابق ایسے قوانین، رسم و رواج جو باب اوّل سے بغیر موافقت رکھیں کالعدم قرار دے دیئے جائیں گے ۔

مذہبی ذرائع ابلاغ

مندرجہ بالا اقتباسات پر غور کرنے کے دوران یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ساری دنیا میں آباد مسلم برادری نیز پاکستانی مسلمان مختلف مذہبی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں ۔ ہر مکتب فکر اپنے مسلک کے مطابق قرآن و سنت کی تعبیرات و تشریحات رکھتا ہے ۔ بنیادی اصولوں کی تشریح، توضیح تاویل جدا جدا کی جاتی ہیں ۔ اہل السنت عموماً چار فقہی

Presented by www.ziaraat.com

مکاتب میں بٹے ہوئے ہیں۔ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی شیعہ فقہ جعفری کے پیرو کار ہیں۔ کچھ غیر مقلد ہیں۔ پھر مقلدین میں بھی مختلف شاخیں ہیں۔ کوئی بریلوی ہے کوئی دیوبندی علی ھذا القیاس جس نے جو طریقہ اختیار کر لیا ہے اسی کے مطابق اپنی مذہبی زندگی گزار رہا ہے۔ اور اس تفریق امت کا کسی طرح بھی علاج نہیں ہو سکا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں قوالیاں، محافل میلاد، عرس و میلے، قرآن خوانی، نعت گوئی، مرثیہ و نوحہ خوانی مجالس عزا، مجالس قل، محفل سماع، سیرت کانفرنسیں، جلوس میلاد اور تعزیہ داری وغیرہ ایسے رسومات ہیں جو ان کے قدیم بزرگوں نے رائج کئے اور متاخرین نے عرصہ دراز سے ان کو اپنے مذہبی شعائر سمجھ کر بجا لا رہے ہیں۔ ان مراسم کی بدولت وہ آپس میں رابطے رکھتے ہیں اور ان کے ذریعہ وہ قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ متقدمین نے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ان مراسم کو ذرائع ابلاغ کے طور پر رائج کیا ہے اور زمانے کی ترقی، تہذیب کے ارتقاء اور ثقافتی تغیر و تبدل نے ان پر کوئی اثر نہیں ڈالا ہے

عزاداری اور مقام حسینؑ بن علیؑ شیعہ فرقے کے نزدیک

عزاداری ایک ذریعہ ابلاغ ہے۔ اظہار تعزیت ہے مجالس جلوس ماتم

Presented by www.ziaraat.com

ایسے مربوط وسیلے ہیں کہ جن کے ذریعے سے شیعہ مسلمان ایک مقام پر مجتمع ہو کر ایسی تعلیمات حاصل کرتے ہیں جو اُن کے نظریے کے مطابق قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ مراسم عزاداری اختراعی نہیں ہیں بلکہ اُن کے مذہب میں تیرہ سو سال سے رائج ہیں اور اب وہ عملی اعتبار سے شیعہ کا ایسا جزو لاینفک بن چکی ہیں کہ شیعہ کی پہچان و علامت قرار پا چکی ہیں۔

اس مقام پر مسلمانوں کے ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالنا بے جا نہ ہوگا کہ بعد از وصال پیغمبرؐ کتنی جلدی یہ اُمت مختلف فرقوں میں بٹ گئی۔ مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ عزاداری کی رسومات، جلوس ماتم و مجالس عزا تقریباً ساری دنیا میں مروج ہیں۔ اور اپنے اپنے طریقے سے ہر قوم یہ رسومات بجا لاتی ہے۔ مسلمانوں میں بھی اس کا رواج عام ہے۔ مگر شیعہ کی اختیار کردہ عزاداری سیّد الشہدا خصوصی امتیاز رکھتی ہے۔ اس کا مقصد بڑا پاکیزہ اور مقدس ہے۔ یہ ایک غیر فانی یادگار سے متصل ہے۔ ایسی مقدس و عظیم قربانی کی یادگار ہے جو نواسۂ رسولؐ سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے دین اسلام کے تحفظ کی خاطر بارگاہ الٰہی میں پیش کی۔ راہ خدا و رسولؐ میں تن، من دھن سب کچھ لٹا دیا۔ چنانچہ عزیز مظلوم اور ان کے شہید انصار و اعوان کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے ان خاصان خدا بندوں کے سنہرے کارناموں کو سلام محبت کہنے کی خاطر

Presented by www.ziaraat.com

شیعہ مسلمان عزاداری برپا کرتے ہیں۔ شہادت کبریٰ کی
یہ یاد صرف شیعہ مسلمان ہی نہیں مناتے بلکہ شیعہ سُنّی مشترکہ
طور پر اس عظیم سانحہ پر اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ چنانچہ
بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی
ایک تقریر بعنوان "شہادت امام حسین" میں فرمایا کہ ہر سال
محرم کے مہینے میں کروڑوں مسلمان کیا سُنّی یا شیعہ سب
شہادت امام حسینؓ پر اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ پس
امام حسین علیہ السلام کی ذات عالی صفات تمام مسلمانوں
کے لئے بلالحاظ فرقہ و مسلک مشترکہ و متفقہ طور پر لائق تعظیم
ہے۔ وہ سب مسلمانوں کے امام اور بزرگ ہیں۔ جیسا کہ مولانا
کوثر نیازی نے اپنی کتاب "ذکر حسین" میں تحریر کیا ہے کہ
امن کمیٹیاں وہاں بنائی جاتی ہیں جہاں امن کو خطرہ ہو
امن کو خطرہ وہاں رہتا ہے جہاں کوئی متنازعہ مسئلہ موجود
ہو اور میں سوچ رہا ہوں کہ محرم کے اس مقدس مہینے میں
مسلمانوں کے درمیان ایسا کون سا متنازعہ مسئلہ ہے جو امن
کے لئے خطرہ بن سکے۔ کون مسلمان ہے، حسینؑ جس کے ایمان
کا حصہ نہ ہو۔ کون کلمہ گو ہے جس کی رگوں میں عشق حسینؑ خون
کی طرح نہیں دوڑتا۔ کون سی آنکھ ہے جو امام کی پیاس کے
تصور میں بھیگ کر فرات نہیں بنتی۔ کون سا دل ہے جو حسین
کی محبت کو سمیٹنے کے لئے صحراؤں کی طرح پھیل جانے کا خواہشمند
نہیں ہے لیکن پھر اگر کوئی تنازعہ ہو سکتا ہے تو ان کی ذات سے عشق

Presented by www.ziaraat.com

کا تنازعہ ہے۔ اور یہ عشق وہ ہے کہ ہر مسلمان اس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا تمنائی ہے۔ حسین پر اگر کوئی تنازعہ ممکن ہے تو اس جذبۂ قربانی پر ممکن ہے جسکی وہ زندہ مثال ہمارے سامنے پیش فرما گئے۔ ہر مسلمان دوسرے سے بڑھکر اس قربانی کی تقلید کرنا چاہے گا۔

چنانچہ ایسی صورت میں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے غیر متنازعہ بزرگ، سبط رسولؐ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ پر عزاداری سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے۔ پس مسلمانوں کے لئے یہ ایک قدر مشترک ہے چاہے وہ پاکستان میں آباد ہوں یا دنیا کے کسی اور خطے میں اتباع فرد کی اعتبار سے اس کے طریقوں میں معمولی اختلافات کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن اصولی طور پر اتفاق ہے۔ لہٰذا عقلاً یہ ممکن نہیں کہ عزاداری امام حسینؑ سے کسی مسلمان کو دکھ یا تکلیف پہنچے۔ یا حسینؑ کے نانا کی امت کے کسی فرد کو ایسے متفقہ امر پر کوئی اعتراض یا شکایت ہو۔ لیکن بدقسمتی سے اگر ایسا ممکن بھی ہو تو پھر بھی پاکستان کے آئین میں دی گئی مذہبی شعائر کی بجا آوری کی آزادی جو آئین کی شق ۲۰ (الف) کے مطابق پاکستان کے ہر شہری کو مساوی طور پر حاصل ہے۔ ایسے اعتراض و شکایات کو غیر آئینی قرار دیتی ہے۔ شق ۲۵ جو نہ صرف آئین کا لب لباب ہے بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی روح ہے۔ پاکستان میں آباد ہر شہری کو اس کے

Presented by www.ziaraat.com

اپنے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کا تحفظ اور ضمانت بخشتی ہے۔ چنانچہ آئین کے مطابق حاصل شدہ حقوق شیعوں کے لئے نہ ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ نہ دوسرے مسلمان فرقوں کے تابع فرمان ہیں۔ بلکہ از روئے دستور ہر شخص مذہبی لحاظ سے آزاد ہے کہ وہ اپنے اختیار کردہ مذہبی طریقے کے مطابق زندگی گزارے۔ چنانچہ اس امر کی وضاحت ہم ملک کی ایک اعلےٰ عدالت کے صادر کردہ فیصلے کے اقتباس کو نقل کر کے پیش خدمت کرتے ہیں۔

سابق مغربی پاکستان ہائی کورٹ لاہور کی رٹ پٹیشن نمبر 392 سنہ ۱۹۶۱ء کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ:

"ہم اس وجہ سے نا آشنا ہیں کہ جس کے باعث درخواست گزار کو سنہ ۱۹۶۱ء سے تعزیہ نکالنے کا اجازت نامہ سنہ ۱۹۶۵ء تک جاری نہیں کیا گیا ہے جب کہ محرم کا مہینہ سر پر آن پہنچا ہے۔ ہم نے بنظر عمیق جائزہ لیا ہے کہ ہر فرقے کے پیروکار مسلمان کو اپنی مذہبی تقریبات و رسومات کی آزادانہ بجا آوری کا حق حاصل ہے۔ قانونی اس معاملہ میں بالکل واضح ہے کہ ہر شہری یہ حق رکھتا ہے کہ اپنے مذہبی رواجوں کو اپنے طریقوں سے منائے۔ اس حق سے محض اس لئے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ چند افراد اس پر اعتراض وارد کرتے ہیں۔ پولیس کا فرض منصبی ہے کہ وہ قانون کا نفاذ کرے اور بدامنی کا سد باب کرے۔ اس فریضہ کی ادائیگی میں کوئی کمی و بیشی نہیں۔"

Presented by www.ziaraat.com

اسی طرح ضلع ملتان کی ایک عدالت نے اسی نوعیت کے معاملہ میں لکھا ہے کہ "مجھے یہ واضح کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ ممتاز آباد کالونی کے شیعوں کا یہ موروثی اور بنیادی حق ہے کہ عزاداری کے جلوسوں کو برآمد کریں۔ زمین پر موجود کوئی طاقت بھی ان کو ان کے اس حق سے نہیں روک سکتی جس سے وہ مستفید ہوتے رہیں بغیر کسی پابندی اور رکاوٹ کے۔"

الغرض ایسی واضح آزادی اور قانونی تحفظ کے باوجود معلوم نہیں ماتمی جلوس کے لئے نئے اجازت ناموں کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے؟ آئینی لحاظ اور قانونی اعتبار سے تو یہ مطالبہ کوئی بنیاد نہیں رکھتا لہٰذا انتظامیہ یا دیگر متعلقہ افراد کا نئے پرمٹ کا مطالبہ کرنا از روئے قانون شہری حقوق میں بے جا مداخلت اور ناروا دست اندازی کے مترادف ہے۔

اس سلسلہ میں چند معروضات مندرجہ ذیل ہیں۔

الف :۔ بنیادی یا فطری حقوق جو کسی فرد کی ذات سے متعلقہ ہوں ان کو حاصل کرنا اور استعمال کرنا باشندہ طبقوں کے ہر مرد، عورت حتیٰ کہ نومولود کا بھی حق ہوتا ہے۔

ب :۔ بنیادی و فطری حقوق کو غصب نہیں کیا جا سکتا خصوصاً اس وجہ سے کہ ان کو استعمال نہیں کیا جا رہا ہے ایسے حقوق سے دست کش یا دست بردار بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ پبلک پالیسی کی بنیاد پر قائم کوئی حق چھینا نہیں جا سکتا پاکستان

Presented by www.ziaraat.com

کے شہری ان آئینی حقوق سے باہر کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتے۔ نہ ہی یہ حقوق ان سے چھینے جا سکتے ہیں نہ ان میں تخفیف و تلخیص ہو سکتی ہے۔

ج :۔ عزاداری پر کسی بھی قسم کی عارضی یا بندی عائد کرنے کا عمل معنوی لحاظ سے اور عملی اعتبار سے شیعہ کی قدر قی افزائش کے لئے ایک رکاوٹ ہے۔ نئے اجازت ناموں کا مطالبہ اور اجراء مسلمان شیعہ فرقے کے مذہبی حقوق پر آری چلانا ہے۔ اور دستور پاکستان کی دفعہ ۲۰ الف کی دھجیاں اڑانا ہے جس میں مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے کہ پاکستان کا ہر شہری اپنے اختیار کردہ مذہبی فرقہ کے مطابق عمل کرنے میں با اختیار ہے۔

د :۔ پاکستان ترقی پذیر ملک ہے۔ اس کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ بحالیات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ شہری اور صوبائی آبادیاں بن رہی ہیں۔ نئی نئی رہائشی اسکیمیں اور تعمیراتی منصوبے تیار کئے جا رہے ہیں۔ نئے تھانے اور نئے دفتر قائم ہو رہے ہیں۔ افزائش کی ایسی صورت میں نئے لائسنسوں کی مرحمت پر پابندی بلاشبہ غیر فطری اور لاقانونی ہے۔ یہ عمل قانونی و دستوری لحاظ سے متضاد ہے۔

چنانچہ نئے لائسنس کے بارے میں ۱۹۷۱ء میں الہ آباد کے ہائی کورٹ نے ایک مذہبی جلوس نکالنے کے پرمٹ کے حصول کا معاملہ نمٹایا اور عدالت نے تحریر کیا کہ :۔

"یہ ہر طبقے و فرقے کا حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے طریقے سے اپنا مذہبی جلوس شاہراہ عام سے گزارے۔ یہ موروثی حق کسی رسم و رواج یا اس کی قدامت کا محتاج نہیں ہے۔ چاہے وہ نئی بات (جدّت / بدعت) ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بھی قانونی حق میں شمار ہوگی۔ کیونکہ حق اس بارے میں بے نیاز ہے کہ وہ رسم کے پرانا ہونے یا نیا ہونے کے پہلو کو مدّنظر رکھے۔ وہ اس کی عدمیت یا تعطل یا فرسودہ پن سے کوئی سروکار نہیں رکھتا ہے۔"

اوپر بیان کردہ قانونی توضیحات اور آئینی تشریحات کے علاوہ ملک کی کتاب قانون میں ایسے قوانین موجود ہیں جو کسی کو یا ہر کسی کو سزا کا مستوجب ٹھہراتے ہیں اسے جو الفاظ سے، تقریر سے تحریر سے، علانیہ، خفیہ یا اشارۃً کسی کے جذبات کو بھڑکائے مذہبی، نسلی، علاقائی، لسانی، رہائشی، ذاتی، فرقہ جاتی یا کسی اور عصبیت سے جس سے کہ لوگوں کے مختلف گروہوں میں باہمی تلخی، منافرت، ناگواری اور دشمنی پیدا ہو۔ مختلف مذہبوں، نسلوں، زبانوں، علاقوں، قوموں اور طبقوں میں اشتعال جنم لے۔ اس جرم کی پاداش میں پانچ سال کی قید اور جرمانہ کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ (پاکستان پینل کوڈ S-153-A)

اس کے علاوہ ایک اور قانون کے تحت ملک دشمن کارروائی کے سدباب میں مجسٹریٹ کو یہ اختیار تفویض کیا گیا ہے کہ وہ پوری مستعدی کے ساتھ ایسے عناصر کے خلاف تادیبی اقدام کریں جو ان کے ضلعی حدود میں فرقہ وارانہ انتشار پھیلانے کا ارتکاب کرتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

قانون میں دستیاب یہ آئینی ضمانتیں بلا مقصد نہیں ہیں
بلکہ امن و امان، نفاذ قانون اور حفاظت حقوق کے لئے ہیں۔
چنانچہ پاکستان کا ہر شہری اقلیت و اکثریت کے امتیاز سے
بالاتر رہ کر اپنے مذہب پر پوری آزادی کے ساتھ عمل پیرا رہ
سکتا ہے۔ آئین کے سایے میں ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل
ہے۔ آئین نہ اقلیت سے شہ پاتا ہے نہ اکثریت پہ نازاں ہے
لہذا نفاذ قانون کے مرحلے میں تعداد افراد کا لحاظ نہیں رکھا
جا سکتا۔ کہ اگر اکثریت قانون شکنی کرے تو بوجہ کثرت آبادی
ان کو قانون سے مستثنیٰ قرار دیا جائے

یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہمارے ملک میں آئینی تحفظات
کی موجودگی کے باوجود شہری اپنی سماجی زندگی کو مذہبی منافرت
اور فرقہ واریت کے شر سے محفوظ نہیں پاتے۔ ملک کے اکثریتی
طبقے نے یہ غلط تاثر قائم کر رکھا ہے وہ کثرت نفری کے بل بوتے
پر جو چاہیں من مانی کر سکتے ہیں۔ اقلیتی مسلم گروپ کے ساتھ
تحکمانہ رویہ اختیار کر سکتے ہیں اور ان کے بنیادی حقوق کو ادا
کرنا یا نہ کرنا ان کے جمہوری اختیار میں ہے اسی طرح ملکی سول انتظامیہ
کا برتاؤ بھی اسی طرح کا ہے جو مذکورہ غلط وہم کی عکاسی کرتا ہے
کہ وہ اکثریت و اقلیت کے پہلو کو قانونی تقاضوں پر فوقیت
دیتے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ شیعوں کے مذہبی مراسم
صدیوں پرانے ہیں اور سینکڑوں برس سے مسلسل منائے
جا رہے ہیں۔ ان شعائر مذہبی کو شیعہ کی مدنی زندگی کا حصہ

Presented by www.ziaraat.com

تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی جاتی ہے اور اس سچی بات کو ماننے سے اجتناب برتا جاتا ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی تازہ مزاحمت پیدا کر دی جاتی ہے۔ جس سے شیعوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔ اس بات کی جانب متوجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ انتظامیہ کو کسی شہری کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرنے کا خفیف سا اختیار بھی نہیں ہے۔ دنیا کی تمام جمہوری ریاستوں کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ شہری زندگی کے مذہبی پہلوؤں سے مقامی انتظامیہ ہمیشہ لاتعلق رہتی ہے۔ اور اس کو شہریوں کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے ماسوا ایسے سنگین حالات کے جب نقص امن کا اندیشہ ہو یا کسی کی حفاظت مطلوب ہو یا ملکی سلامتی کے لئے کوئی خطرہ لاحق ہونے کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ اسی اصول کو دستورِ پاکستان میں بڑے اہتمام کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔

یہ بدقسمتی اور تکلیف دہ امر ہے کہ مقامی رسول انتظامیہ کو آئین کے بارے میں مناسب و معقول تربیت نہیں دی جاتی ہے، نہ ہی ان حکام کے دلوں میں آئین میں محفوظ تحفظات حقوق شہریت کی محبت و قدر کو راسخ کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کم فہمی کے باعث یہ غلط تاثر ان کے ذہنوں پر منقش ہو جاتا ہے کہ تھوڑی آبادی والے فرقے کے لوگ اپنی مذہبی آزادی کا پیدائشی حق اس شرط پر حاصل کر سکتے ہیں کہ زیادہ آبادی والے فرقے کے لوگ اس پر رضامند ہوں جبکہ

Presented by www.ziaraat.com

یہ خیال سراسر بے بنیاد ہے۔ چنانچہ انتظامیہ کے داخلی پہلو کو ہم بحوالہ PLD 1966 فیصلہ رپورٹ لاہور صفحہ ٦٦ سے نقل کرتے ہیں۔

"عدالتیں دیوانی اور فوجداری اس لئے قائم کی گئی ہیں کہ وہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ کریں۔ چنانچہ مجسٹریٹ کو دفعہ ۱۴۴ کے تحت حاصل شدہ اختیارات اس لئے تفویض ہوئے ہیں کہ وہ مبینہ حقوق کے دفاع کی خاطر ان کو عارضی طور پر استعمال کر سکیں۔"

مندرجہ بالا گفتگو کی روشنی میں یہ بات یقینی اور حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ شیعہ کی عزاداری پاکستان کے دستور العمل میں مصدقہ طور پر محفوظ ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی رو سے انہیں پوری پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔

چنانچہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر حق کے متضاد ایک فرض ہوتا ہے رسومات عزاداری، مجالس و جلوس کو خالصتاً مذہبی ہونا چاہیئے اور ان کے تقدس و احترام پر کسی طرح بھی آنچ نہیں آنی چاہیئے۔ اس کو سیاسی پلیٹ فارم بنانا یا کسی بھی اور غیر مذہبی مقصد کے لئے وسیلہ ٹھہرانا سراسر مذموم اور غیر آئینی ہے۔

عبدالکریم مشتاق

کتابت:- یوسف رضوی ۸-۹

Presented by www.ziaraat.com